مجلّہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر
ماہنامہ
طلوع اسلام
لاہور
جلد: 50 شمارہ: 09 ستمبر 1997ء

خط و کتابت: ناظم ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)
25- بی گلبرگ۔ 2 لاہور 54660
ٹیلی فون: 876219 فیکس: 92-42-5764484
ناظم (گھر): 6541521

انتظامیہ چیئرمین : ایاز حسین انصاری
ناظم : محمد لطیف چوہدری
مدیر مسئول : محمد لطیف چوہدری
مجلس ادارت : میجر محمد یوسف ڈار۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر
ناشر : عطاالرحمٰن ارائیں
طابع : خالد منصور نسیم
مطبع : النور پرنٹرز 3/2 فیصل نگر ملتان روڈ لاہور
مقام اشاعت : 25-B گلبرگ 2 لاہور 54660

زر سالانہ

ایشیا، افریقہ، یورپ	600 روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا	800 روپے
اندرون ملک فی پرچہ	15 روپے
اندرون ملک سالانہ	170 روپے

فہرست مشمولات

لمعات	ادارہ	2
احباب کی کہانی	حاجی حبیب الرحمان	6
روشنی کی کرن	آصف جلیل (سعودی عرب)	9
جشن آزادی	ڈاکٹر صلاح الدین اکبر	11
آئیڈیالوجی کھیل نہیں	پروفیسر حسنین کاظمی	18
سجدہ	مرزا افضل حسین مغل	22
قرآن اور مذہب	شاہد علی شوق	25
پچاس سالہ جشن	ایاز حسین انصاری	29
آزادی یا غلامی	منصور احمد چیمہ	39
مثالی معاشرہ	محمد ارشاد	48
صد شکر کہ	محترمہ شمع احمد (انگلینڈ)	51
Net Work Radiation	پروفیسر منظور الحق	64

قارئین کو یہ دیکھ کر خوشی ہوگی کہ مجلّہ طلوع اسلام اپنے دور ثانی سے پاکستان کے ساتھ قدم بقدم چل رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ

لمعات

فرقہ واریت اور ہمارا پریس

ہمارے ہاں رونا یہ رویا جاتا ہے کہ ملک میں پریس کو آزادی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بڑی " آزادی " اور کیا ہو سکتی ہے کہ اخبارات میں رطب و یابس ہر قسم کی خبریں چھپتی ہیں۔ ان میں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں لیکن نہ ایسی خبروں پر ان اخبارات سے باز پرس ہوتی ہے اور نہ ہی خود ان میں اتنی اخلاقی جرات ہوتی ہے کہ خبر کی تحقیق ہو جانے کے بعد' اپنے قارئین سے معافی مانگ لیں کہ ہم نے ان تک غلط خبر پہنچا دی۔ حتیٰ کہ ان غلط خبروں کی بنا پر بڑے بڑے شریف لوگوں کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ نہایت معزز خواتین کی آبرو جاتی رہتی ہے۔ خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ نفرت و انتقام کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں۔ معاشرہ میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ افراد معاشرہ کو بھگتنا پڑتا ہے لیکن ان اخبارات سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ باز پرس تو ایک طرف' جس قدر کوئی اخبار "سنسنی خیز" خبریں چھاپتا ہے' اتنی ہی اس کی اشاعت بڑھ جاتی ہے۔

مثال کے طور پر بزم طلوع اسلام کویت نے پچھلے دنوں دیار غیر میں پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے کا اعلان کیا تو کویت میں موجود فرقہ بند داعیان اسلام کے کان کھڑے ہوئے۔ ان کے غم و غصہ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاکستان سے قومی اسمبلی کے رکن جناب طارق عزیز اور کئی دوسری علمی و ادبی شخصیتوں کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ ان حضرات کو گوارا نہ تھا کہ پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے کے لئے کویتی اور پاکستانی مسلمان ان کے علاوہ کس اور کی دعوت پر جمع ہوں' چنانچہ اس اجتماع کو سبوتاژ کرنے کے لئے انہوں نے وہ تمام حربے استعمال کئے جو ان کے ہاں سکہ رائج الوقت ہیں۔ پہلے یہ اعلان کیا گیا کہ طلوع اسلام والے کافر ہیں اور گولڈن جوبلی کے نام پر کفر پھیلانا چاہتے ہیں۔ جب اس پر بھی عوام متوجہ نہ ہوئے تو مزید آگ بھڑکائی گئی کہ یہ لوگ قادیانی ہیں۔ اس کاروائی کی بازگشت پاکستان میں اس وقت سنائی دی جب روزنامہ جنگ نے اپنی 22 جولائی کی اشاعت میں داعیان اسلام کی یہ خبر شائع کی۔ حالانکہ پاکستان میں اس خبر کی اشاعت کی ضرورت نہ تھی۔

مدیر روزنامہ جنگ کی توجہ اس امر کی طرف دلائی گئی کہ جنگ ایک عوامی اخبار ہے اسے

کافر سازوں کی ٹکسال کا نقیب نہیں بننا چاہئے۔ اس وقت جب ملک پہلے ہی فرقہ واریت کی گرفت میں ہے ایسی گمراہ کن خبریں مزید انتشار کا باعث بن سکتی ہیں اور یہ کہ تحریک طلوع اسلام کا تعلق نہ غیر مسلم قادیانیوں سے ہے اور نہ ہی پاکستان میں پرویزی نام کا کوئی فرقہ موجود ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہماری پے در پے التجاؤں' فیکسوں اور قرار دادوں کے باجود روزنامہ جنگ کو اپنے ہاں شائع کردہ اس گمراہ کن خبر کی تردید کی توفیق نہ ہوئی۔ اس بے بنیاد خبر کی تردید کا اعزاز اگر کسی نے حاصل کیا تو وہ روزنامہ مشرق پشاور تھا جس میں اس خبر کی تردید مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی۔

بزم طلوع اسلام کویت کا قادیانیت سے کوئی تعلق نہیں

غلام احمد پرویزؒ برصغیر کے پہلے قرآنی مفکر تھے جن کی تحریر کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی

پشاور (مشرق نیوز) بزم طلوع اسلام پشاور نے ایک من گھڑت خبر کی پر زور الفاظ میں تردید کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ بزم طلوع اسلام کویت کا مرزائیت یا قادیانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یاد رہے کہ بزم طلوع اسلام کویت نے عبدالرحمٰن آرائیں کی دعوت پر طارق عزیز اور ان کی اہلیہ کو چھ اگست کو گولڈن جوبلی کے حوالہ سے کویت بلایا ہے جہاں وہ تحریک پاکستان میں قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے شانہ بشانہ مذہبی پیشوائیت کی پاکستانی مخالفت سرگرمیوں کے خلاف علامہ غلام احمد پرویزؒ کی مساعی پر روشنی ڈالیں گے علامہ غلام احمد پرویز کو ان کی وفات کے بعد حکومت پنجاب نے گولڈ میڈل بھی دیا ہے۔

علامہ غلام احمد پرویز برصغیر کے پہلے قرآنی مفکر تھے جن کی ایک تحریر کے نتیجے میں مشہور و معروف مقدمہ بہاولپور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ علامہ غلام احمد پرویز نے تحریک احمدیت اور ختم نبوت کے عنوان پر ایک جامع کتاب تحریر کی ہے جس میں یہ سفارش کی گئی تھی کہ مرزائیوں کو انفرادی فتوؤں کے ذریعے غیر مسلم قرار دینا کسی بھی طور درست نہیں بلکہ یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ اس فرقہ کو اپنے عقائد کی بنیاد پر غیر مسلم قرار دے اور پھر حکومت نے 1974ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر آئینی طور پر مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔

27 جولائی 1997ء

الحمد للہ کہ ان منفی ہتھکنڈوں کے باوجود برادر ملک کویت میں پاکستان کی گولڈن جوبلی کی تقریب پورے تزک و احتشام سے منائی گئی جس کا وہاں کے عربی' انگریزی اور اردو اخبارات میں خوب چرچا ہوا۔ جناب طارق عزیز صاحب نے اپنی تفصیلی تقریر میں عرب دنیا پر واضح کیا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد کیا تھا اور یہ کس طرح اسلام کا قلعہ بن سکتا ہے۔ جناب طارق

عزیز صاحب کی زبانی موجودہ حکومت کی پالیسیوں کا سن کر کویت میں مقیم پاکستانی خوشی سے جھوم اٹھے اور اس طرح یہ شاندار تقریب کویت میں پاکستانی مسلمانوں کا وقار بلند کرنے کا ذریعہ بنی۔

اے کاش ہمارے داعیان مذہب' جن کی ہم تہہ دل سے عزت کرتے ہیں اتنا سوچ لیتے کہ ان کے بے بنیاد فتوؤں اور ان فتوؤں کی اخبارات میں تشہیر سے اسلام اور پاکستان کی شہرت کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ ہمارے ہاں داعیان اسلام ایک طرف تو فرقہ واریت کی کھلے عام مزمت کرتے ہیں اور دوسری طرف دوسروں کو کافر' ملحد اور بے دین قرار دینے میں ذرا بھی احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اسی طرح ہمارے کچھ اخبارات بھی ہیں جو ایک طرف مذہب کے نام پر وحشت و بربریت کا رونا روتے ہیں اور دوسروں طرف مذہبی منافرت پر مبنی جھوٹی اور بے بنیاد خبریں چھاپ کر جلتی پر تیل ڈالنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

کاش حکومت جو ان دنوں فرقہ واریت کی لعنت پر قابو پانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی ہے' کوئی ایسا قانون بنانے کا بھی سوچے جس کے تحت کسی فرد کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ کسی دوسرے مسلمان پر اٹھتے بیٹھتے کافر' ملحد' مشرک' منکر حدیث منکر سنت' منکر قرآن جیسے الزامات لگا سکے اور نہ ہی اخبارات کو اجازت ہو کہ وہ اس قسم کی بہتان تراشی کو اپنے کالموں میں جگہ دیں۔

ملک میں اگر قرآن کریم کے ایک حکم پر بھی عمل ہوتا تو ملک اس قسم کے طوفان کذب و افترا سے محفوظ رہ جاتا۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ **لا تقف مالیس لک به علمه ان السمع والبصر و الفواد۔ کل الیک کان عنه مسؤلا"** (17/36) جس بات کا تمہیں علم نہ ہو' اس کے پیچھے مت لگ جایا کرو۔ یاد رکھو! تمہاری سماعت' بصارت اور قلب سے' ہر ایسی بات کے متعلق باز پرس ہو گی (جو تمہاری زبان یا قلم سے نکلے۔ یا جسے سن کر تم بلا تحقیق اسے سچا سمجھ لو۔)

ضرورت ہے ایک ایسے اخبار کی جو اس حکم قرآن کو اپنا شعار بنا لے۔ وہ ایسا شعار اختیار کر لے اور پھر دیکھے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی' جب چاروں طرف جھوٹ کی بھرمار ہے' اس کا کس قدر احترام ہوتا ہے' اور اس کی مانگ کس قدر بڑھتی ہے۔

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاد میں

1۔ پاکستان کی سرحدوں پر بسنے والے ان بے گناہ، مظلوم انسانوں کی، جنہیں بھارتی درندوں نے 6 ستمبر 1965ء کی صبح بغیر کسی قسم کی آگہی یا اعلان جنگ کے، اس وقت اپنی ہوس خون آشامی کا شکار بنایا جب وہ آرام سے اپنے گھروں میں سو رہے تھے اور ستاروں کی آنکھوں کے علاوہ، اس خونی منظر کا دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

2۔ ان معصوم بچوں کی، جنہیں مرہٹہ "بلوانوں" اور سکھ "سورماؤں" نے اچھال اچھال کر اپنی سنگینوں سے چھلنی کر دیا اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جنم کیوں لیا تھا۔

3۔ ان عزت ماب دختران ملت کی جنہیں یہ انسان نما بھیڑیئے، ان کے صحن خانہ سے ان نامعلوم ویرانوں کیطرف لے گئے جہاں سے پھر ان کی آہ و فغاں تک کسی کو سنائی نہ دی۔

4۔ اور۔ یاد میں

ان غیور و جسور جوانان ملت کی جو ان بے پناہ مظالم کا بدلہ لینے کے لئے شمشیر بکف میدان کارزار میں آ نکلے اور اپنی عدیم النظیر جرات و بسالت سے دنیا کو دکھا دیا کہ حق کی خاطر جان دینے والے کیا کچھ کر دکھایا کرتے ہیں

اور ۔ چھمب، جوڑیاں، سیالکوٹ، چونڈہ، واہگہ، برکی، ہڈیارہ، سلیمانکی، راجستھان کے میدانوں کے ان ذرات کی، جو اپنی عالمتاب چمک دمک سے اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ خون شہداء کی رنگینی کس طرح حنا بند عروس ملت ہوتی ہے۔

لاکھوں سلام و صلوٰۃ ہوں ان شہدائے امت اور مجاہدین ملت پر، جنہوں نے اپنی فقید المثال قربانیوں سے اس خطہ زمین کو دشمن کی دسترس سے محفوظ رکھا۔ جسے اسلام کی تجربہ گاہ بننے کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔

❄❄❄

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ احباب کی کہانی - حبیب کی زبانی ☆

یہ کوئی 1968ء کی بات ہے کہ میں لاہور میں بطور ایس۔ ایس۔ پی اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کے لئے تعینات ہوا تو ان دنوں پرویز صاحب'' پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ قوم کے نوجوانوں کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ اقبال'' کے شاہین اور مرد مومن کے عملی پیکر بن جائیں۔ اس مقصد کے لئے جہاں ایک درس گاہ کی اشد ضرورت تھی وہاں ان کی رہائش کے لئے ملحقہ کالونی کی بھی ضرورت تھی۔

ایسی خواہش علامہ اقبال'' نے بھی کی تھی اور اس مقصد کے لئے چوہدری نیاز احمد نے ضلع پٹھانکوٹ میں مناسب رقبہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ جب اس درس گاہ کے لئے زمین کے انتخاب کا معاملہ آیا تو ہم دوستوں نے لاہور کے چاروں طرف کا علاقہ چھان مارا اور بالآخر برلب نہر اس قطعہ زمین کا انتخاب کیا جو اب جوہر ٹاؤن کہلاتا ہے۔ پرویز صاحب'' ہی نے نام رکھا اور فرمایا کہ چونکہ "احباب" "حبیب" کی جمع ہوتی ہے' اس لئے سوسائٹی کا نام احباب کواپریٹو سوسائٹی ہو گا۔ ابتداً احباب سوسائٹی کے ممبران کی تعداد 100 تھی۔ اس ضمن میں طے یہ پایا کہ ہر ممبر دو پلاٹ کی رقم دے گا اور اس کے بدلے اپنے لئے صرف ایک پلاٹ رکھے گا۔ دوسرے پلاٹ کی رقم کالج کے لئے عطیہ ہو گا۔

احباب سوسائٹی نے 26 کنال زمین خریدی۔ بعدازاں میں نے ڈپٹی کمشنر سے درخواست کی کہ ہمارا ایک مشن ہے جس کے لئے حکومت ہمیں مجوزہ زمین مارکیٹ ریٹ پر خرید کر دے لہٰذا ہماری درخواست پر 186 کنال زمین قیمتاً خرید لی گئی۔ سکیم یہ تھی کہ 130/140 کنال ممبران کو دے دی جائے اور بقیہ تقریباً 80 کنال کالج' سکولز اور ترقیاتی کاموں کے لئے مختص کر دی جائے۔ کالج سے ملحق کالونی کا یہ فائدہ ہو گا کہ کالج کے اساتذہ اور انتظامیہ کے ممبران کو رہائش گاہ مل جائے گی اور مکانوں کے مالکان کو کرایہ دار۔

اس سکیم کے لئے پرویز صاحب'' نے عطیات کے لئے اپیل کی جس میں لوگوں نے پورا تعاون کیا۔ ہم کالج کی تعمیر شروع کرنے والے تھے کہ پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت 1972ء میں بن گئی۔ انہوں نے تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومیا لیا۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ابھی تک باقاعدہ تعمیر نہ ہوئی تھی ورنہ اتنی قیمتی اور اچھی جگہ کو کون چھوڑتا اور ہمارا خواب ہمیشہ کے لئے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکتا۔

اس معاملہ پر بھٹو صاحب سے ایک ملاقات کا بندوبست ہوا وہ پرویز صاحب'' کو نہایت تپاک' عزت اور احترام سے ملے آدھ گھنٹہ کا طے شدہ وقت ڈیڑھ گھنٹے میں بدل گیا اس خوشگوار اجلاس میں بھٹو صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اس کالج کو خصوصی طور پر مستثنیٰ قرار دیں۔ بھٹو صاحب نے نہایت مودبانہ معذرت کی کہ یہ پیپلز پارٹی کے منشور کے خلاف ہے۔ اور مختلف قسم کی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جو کچھ بھی مانگیں میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

اس ملاقات میں چونکہ اس امر کی وضاحت آ گئی تھی کہ مذہبی ادارے اس پالیسی سے مستثنیٰ ہیں سو

احباب کی تجویز یہ بنی کہ کالج کا معاملہ سردست موخر و ملتوی کر کے اسے "قرآنک ریسرچ سنٹر" کا نام دے کر محفوظ کر لیا جائے۔

اس ساری سکیم کو از سر نو رجسٹر کروایا گیا اور جب نوٹیفکیشن جاری ہو گیا تو اس وقت کے گورنر نواب صادق حسین قریشی نے مجھے بلوایا اور اس زمین میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ میں نے انہیں پیشکش کی کہ آپ حسب دستور احباب سوسائٹی کے ممبر بن جائیں۔ میں آپ کو اپنا پلاٹ پیش کرتا ہوں۔ مگر چونکہ ان کا مقصد اس سے پورا نہیں ہوتا تھا سو انہوں نے اپنے سیکرٹری کو غصے سے کہا کہ نوٹیفکیشن منسوخ کر دو! چنانچہ چند ہفتے قبل انہوں نے جو نوٹیفکیشن خود جاری فرمایا تھا اسے منسوخ کر دیا۔

اس پر ہم نے ہائی کورٹ میں رٹ کر دی۔ ان کی طرف سے (موجودہ گورنر) شاہد حامد اور ہماری طرف سے راجہ اکرم راٹھور پیش ہوئے بالاخر فیصلہ ہمارے حق میں ہوا اور نواب صادق حسین قریشی نے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی جو کافی دیر پڑی رہی۔

1978ء میں جب میں پنجاب کا I.G تھا اور جسٹس انوارالحق سپریم کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ ایک اجلاس کے اختتام پر میں نے ان کی توجہ اس کیس کی طرف دلائی چونکہ ہماری استدعا نہایت مناسب تھی اس لئے کیس تین دن کے اندر سماعت کے لئے منظور ہوا اور سپریم کورٹ نے دو ساعتوں کے بعد فیصلہ سنا دیا جو ہمارے حق میں تھا۔ اس دوران زمین پر نواب صادق حسین قریشی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس نوٹیفکیشن کے جاری ہونے پر دوبارہ قبضہ احباب سوسائٹی نے حاصل کر لیا۔

اس دوران 1980ء میں میں اسلام آباد چلا گیا۔ ادھر پرویز صاحبؒ کے ذہن پر عطیات کا بہت بڑا بوجھ تھا جو انہیں ہر آن وقف اضطراب رکھتا تھا۔ احباب سے مشورہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان حالات میں یہ بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہیں دیتی۔ ترقیاتی اور تعمیراتی اخراجات اتنے زیادہ ہو گئے تھے کہ اس سکیم کی تکمیل ممکن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ آخرکار ایک اجلاس میں انہوں نے اس اسکیم سے ہاتھ اٹھا لینے کا فیصلہ کیا۔ مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان پر عطیات کے سلسلے میں کبھی کوئی انگلی اٹھائے سو اعلان کر دیا کہ جو اصحاب کالج کے لئے دیئے گئے عطیات واپس لینا چاہتے ہوں وہ بخوشی لے سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے چاہا اپنی رقم واپس لے لی۔

یہاں پر بعض اصحاب کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ پرویز صاحبؒ کے عطیات واپس کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سکیم کا اب عملاً" کوئی فائدہ نہیں یا یہ فکری طور پر لاحاصل ہے۔ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ میں اسلام آباد سے فوری طور پر لاہور آیا اور پرویز صاحبؒ سے ملاقات کی۔ وہ دراصل مالی طور پر سردست اسے ممکن نہیں سمجھتے تھے مگر مکمل طور پر ختم کر دینے کے حق میں نہیں تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنے PTV انٹرویو میں بھی نہایت وضاحت سے اظہار خیال کیا ہے۔ بہرحال کافی غور و غوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ سکیم کو ختم نہیں کرنا چاہیے اور کسی اچھے وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

جنرل ضیاء صاحب کے دور میں ہمیں ایک اور مرحلے سے گزرنا پڑا۔ زمین کی Consolidation کا سلسلہ چلایا گیا تو ہماری زمین کو ایک جگہ اکٹھا ہونا چاہیے مگر محترم محمد حسین تارڑ کی حد درجہ کوشش کے باوجود ایک عرصہ تک یہ معاملہ طے نہ ہوا تاآنکہ اس وقت کے وزیر ملک اللہ یار سے میں نے بات کی اور انہوں نے پٹواری، تحصیل دار اور دوسرے متعلقہ اہلکاروں کو اپنے کمرے میں بلا کر میرے حوالے کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آصف جلیل

روشنی کی کرن

اس سال پاکستانی عوام اپنی آزادی کی پچاسویں سالگرہ یعنی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بحیثیت ایک قوم کے ہم اپنے کس کارنامے پر فخر کریں۔ اپنی کس کارکردگی پر گردن تان کر چلیں؟ اقوام عالم میں ہمارا کیا مقام ہے؟ ہماری صنعت میں وہ کونسا انقلاب آیا ہے۔ ہماری معیشت کا گراف کہاں جا رہا ہے؟ امن و امان کی صورت حال کیا منظر پیش کر رہی ہے؟ ہماری ترقی کی رفتار کیا ہے؟ ہمارا سیاسی نظام کتنا مستحکم ہو گیا ہے؟ ہماری سماجی اور اخلاقی اقدار کتنی بلند ہو گئی ہیں؟

افسوس صد افسوس کہ حالات کے آئینے میں نظر آنے والا ہمارا چہرہ بڑا ہی بھیانک ہے۔ ہماری تاریخ کی کتاب کا ایک ایک ورق سیاہ ہے۔ ہمارا قافلہ پستیوں کی جانب روبسفر ہے۔ ہمارے میرکاروان قزاق اور ڈاکو ہیں۔ ملک کے وسائل کو چوروں نے دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ ہمارے جاگیرداروں کی حویلیاں دہقانوں کے کندھوں پر کھڑی ہیں۔ ہمارے صنعت کاروں کی صحت کا راز مزدوروں کے خون میں پنہاں ہے۔ ہمارے مذہبی رہنما فرسودہ روایات کی کھیتیاں بے گناہوں کے خون سے سیراب کر رہے ہیں۔ عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے۔ قانون نام کی کوئی شے نہیں۔ اپنے انجام سے بے خبر عوام ایک نشے کے عادی کی طرح چپ سادھے پڑے ہیں' جب کوئی ٹھوکر مارتا ہے تو ہلکی سی آہ نکلتی ہے اور بس۔

ایسے میں قائد اعظمؒ کی روح تڑپ رہی ہو گی۔ اس عزم و ہمت کے پیکر نے اپنی ساری زندگی پاکستان کے حصول کے لئے وقف کر دی تھی۔ پاکستان حاصل کرنا اتنا آسان نہ تھا لیکن اس کے بظاہر ناتواں جسم میں بے پناہ قوت پوشیدہ تھی۔ وہ ایک چٹان تھا جسے انگریز' ہندو اور ہمارے نیشنلسٹ علما سب مل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ یہ اس لئے کہ اس کا عزم پختہ تھا۔ اس کا مطالبہ "الحق" پر مبنی تھا۔ وہ اپنے مقصد میں سچا تھا اور اصولوں پر کسی قسم کی سودا بازی کرنے کو تیار نہ تھا۔ اسکے کردار کی عظمت کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ انہی وجوہ کی بنا پر نہ انگریز کی عیاری نہ ہندو کی مکاری اور نہ ہی ملا کی فتویٰ سازی اس کی راہ میں حائل ہو سکی۔ عوام نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ انہیں اس پر مکمل اعتماد تھا اور اس بات کا یقین تھا کہ قائدؒ کا اس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے اور آخرکار اس نے اسلام کی سربلندی کی خاطر قائم ہونے والی دنیا کی دوسری مملکت کے لئے ایک خطہ زمین حاصل کر ہی لیا۔

اس کے بعد اس نے اس سرزمین پر اسلامی مملکت کی عمارت کھڑی کرنا تھی لیکن ابھی وہ اس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آصف جلیل

روشنی کی کرن

اس سال پاکستانی عوام اپنی آزادی کی پچاسویں سالگرہ یعنی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بحیثیت ایک قوم کے ہم اپنے کس کارنامے پر فخر کریں۔ اپنی کس کارکردگی پر گردن تان کر چلیں؟ اقوام عالم میں ہمارا کیا مقام ہے؟ ہماری صنعت میں وہ کونسا انقلاب آیا ہے۔ ہماری معیشت کا گراف کہاں جا رہا ہے؟ امن و امان کی صورت حال کیا منظر پیش کر رہی ہے؟ ہماری ترقی کی رفتار کیا ہے؟ ہمارا سیاسی نظام کتنا مستحکم ہو گیا ہے؟ ہماری سماجی اور اخلاقی اقدار کتنی بلند ہو گئی ہیں؟

افسوس صد افسوس کہ حالات کے آئینے میں نظر آنے والا ہمارا چہرہ بڑا ہی بھیانک ہے۔ ہماری تاریخ کی کتاب کا ایک ایک ورق سیاہ ہے۔ ہمارا قافلہ پستیوں کی جانب روبسفر ہے۔ ہمارے میرکارواں قزاق اور ڈاکو ہیں۔ ملک کے وسائل کو چوروں نے دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ ہمارے جاگیرداروں کی حویلیاں دہقانوں کے کندھوں پر کھڑی ہیں۔ ہمارے صنعت کاروں کی صحت کا راز مزدوروں کے خون میں پنہاں ہے۔ ہمارے مذہبی رہنما فرسودہ روایات کی کھیتیاں بے گناہوں کے خون سے سیراب کر رہے ہیں۔ عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے۔ قانون نام کی کوئی شے نہیں۔ اپنے انجام سے بے خبر عوام ایک نشے کے عادی کی طرح چپ سادھے پڑے ہیں، جب کوئی ٹھوکر مارتا ہے تو ہلکی سی آہ نکلتی ہے اور بس۔

ایسے میں قائد اعظمؒ کی روح تڑپ رہی ہو گی۔ اس عزم و ہمت کے پیکر نے اپنی ساری زندگی پاکستان کے حصول کے لئے وقف کر دی تھی۔ پاکستان حاصل کرنا اتنا آسان نہ تھا لیکن اس کے بظاہر ناتواں جسم میں بے پناہ قوت پوشیدہ تھی۔ وہ ایک چٹان تھا جسے انگریز، ہندو اور ہمارے نیشنلسٹ علما سب مل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ یہ اس لئے کہ اس کا عزم پختہ تھا۔ اس کا مطالبہ "الحق" پر مبنی تھا۔ وہ اپنے مقصد میں سچا تھا اور اصولوں پر کسی قسم کی سودا بازی کرنے کو تیار نہ تھا۔ اسکے کردار کی عظمت کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ انہی وجوہ کی بنا پر نہ انگریز کی عیاری نہ ہندو کی مکاری اور نہ ہی ملا کی فتویٰ سازی اس کی راہ میں حائل ہو سکی۔ عوام نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ انہیں اس پر مکمل اعتماد تھا اور اس بات کا یقین تھا کہ قائدؒ کا اس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے اور آخرکار اس نے اسلام کی سربلندی کی خاطر قائم ہونے والی دنیا کی دوسری مملکت کے لئے ایک خطہ زمین حاصل کر ہی لیا۔

اس کے بعد اس نے اس سرزمین پر اسلامی مملکت کی عمارت کھڑی کرنا تھی لیکن ابھی وہ اس

عمارت کی بنیاد ہی رکھ پایا تھا کہ جہد مسلسل سے تھک کر چور ہوئے جسم پر موت کو ترس آگیا اور اس نے اسے اپنی آغوش میں لے کر ابدی نیند سلا دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے جانشین اس کا مشن پورا کرتے لیکن مفاد پرستوں کے ٹولے نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور ملک کو اس حالت تک پہنچا دیا اور آج تک اس کی بچی کھچی نعمتوں کو سمیٹنے میں مصروف ہیں۔

ہمارے ملک میں اگر اسلامی مملکت قائم نہیں ہو سکی جس کا خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا اور جس کے لئے قائد اعظمؒ نے پاکستان حاصل کیا تھا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمیں دوسرا قائد نہ ملا۔ دھوکہ بازوں نے شیروانی اور جناح کیپ پہن کر یہ سمجھ لیا کہ وہ قائد ثانی ہیں لیکن محمد علی جناحؒ کی شخصیت جن خوبیوں سے مالا مال تھی وہ اس کی خاک کو بھی نہ پہنچ پائے۔ آج پچاس سال گزرنے کے بعد بھی ہمیں ملک میں دین اسلام کے نفاذ کے لئے ایک ایسے رہنما کی ضرورت ہے جس کا کردار قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ ہو۔ یہی ایک ہتھیار ہے جس سے شر کی تمام قوتوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی سے عوام میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اس اندھیری رات میں اگر کہیں سے روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو وہ تحریک طلوع اسلام ہے۔ علامہ غلام احمد پرویز کے بعد یہ تحریک خود کسی قائد کی تلاش میں ہے۔ قائد کی تلاش میں جو سامنے آئے اور روشنی کی کرن بن کر چار سو پھیلی ہوئی جہالت کی تاریکیاں دور کر دے۔

❁ ❁ ❁

NEWS FOR YOU

If you have the facility of computer and internet you can read this and many other articles on the following Web pages:

http://www.toluislam.com

http://www.ummah.org.uk/xpo/

This is with the courtesy of Kuwait Bazm and Mr. Farhan Arrain from Lahore.

We need articles in English on day to day socio-economical problems with solution from Quran.

We shall be too pleased to have your comments on web.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

جشن آزادی

آپ مجھ سے اتفاق کریں یا اختلاف میری دانست میں' اور یہ بات پورے یقین سے کہہ رہا ہوں کہ پاکستان ایک انوکھی مملکت ہے' اس کے انوکھے پن کو بہت حلقوں نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھا اور پیش کیا ہے' بہت سوں کو تو اس کے وجود ہی پہ اعتراض ہے۔

یہ قومیت کے رائج الوقت تصورات کا اشتراک یا نسل کی بنا پر سمجھا جاتا ہے' اس کے علاوہ کوئی اور وجہ جامعیت کسی کی سمجھ میں نہیں آتی اس لئے جب قائد اعظمؒ نے کہا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں تو سب چونک اٹھے' گاندھی جی قائد اعظمؒ کے نام اپنے ایک خط (مورخہ 15 ستمبر 1944ء) میں لکھتے ہیں" میں تاریخ مین اس کی مثال نہیں پاتا کہ کچھ لوگ جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب قبول کر لیا ہو وہ اور ان کی اولاد یہ دعوے کرے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے الگ قوم بن گئے ہیں۔ اگر ہندوستان اسلام کی آمد سے پہلے ایک قوم تھا تو اسلام کے بعد بھی اسے ایک قوم رہنا چاہیے خواہ اس کے سپوتوں کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا ہو"

ہندوؤں کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ان کا اپنا مقصد تھا' وہ جانتے تھے کہ مغربی جمہوریت کے اصولوں کے مطابق محض اپنی عددی اکثریت کے بل پر وہ مسلمانوں پر اپنی مرضی تھوپ سکیں گے' انہیں اپنی معاشرت میں جذب کر کے ان کا علیحدہ تشخص ختم کر دیں گے جیسے مسلمانوں سے پہلے ہندوستان پر حملہ آور ہونے والوں کی اولاد اپنا علیحدہ وجود برقرار نہ رکھ سکی اور ہندو قومیت میں جذب ہو گئی۔۔۔ مگر سارے کا سارا سیکولر ذہن رکھنے والا مغرب بھی مذہب کے نام پر قومیت کے وجود سے منکر ہے۔ انگریز' فرانسیسی' جرمن' امریکی سب عیسائی ہیں لیکن سب الگ الگ قوم ہیں' یقیناً" ان کے پیش نظر پاکستان سے پہلے موجود مسلمان مملکتیں مصر' شام' عراق' ایران وغیرہ تھیں۔

وہ ساری مملکتیں پہلے سے موجود تھیں' ان حصوں کے رہنے والے مسلمانوں نے خود کو مصری' عراقی' شامی اور ایرانی کہلانا شروع کر دیا تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا معاملہ ہی کچھ جدا تھا۔ پہلے انہوں نے جمہوری اور عوامی رائے سے خود کو ایک قوم منوایا اور پھر قوم ہونے کے ناطے ایک وطن کا مطالبہ کیا۔ قائد اعظمؒ نے مارچ 1940ء میں مسلم لیگ کے اس اجلاس میں جس میں وہ تاریخی قرار داد پاس ہوئی جسے بعد میں قرار داد پاکستان کا نام دیا گیا' فرمایا۔

" میرے لئے یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ آخر ہمارے ہندو بھائی اسلام اور ہندومت کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں یہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں مذہب نہیں بلکہ ایک دوسرے سے

مختلف معاشرتی نظام ہیں اور اس بنا پر متحدہ قومیت ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہندو اور مسلمان زندگی کے ہر معاملے میں جداگانہ فلسفہ رکھتے ہیں۔ دونوں کی معاشرت ایک دوسرے سے مختلف ہے یہ دونوں الگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر ہیں"

تجاہل عارفانہ کی بات اور ہے، میں نہیں سمجھتا گاندھی جی جیسا سوجھ بوجھ والا راہنما جو اپنے کانگریسی وزراء کو حکمرانی کے لئے حضرت عمرؓ کی مثال پیش نظر رکھنے کو کہتے ہیں مدینے میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست اور اس کی قوم سے واقف نہ ہوں گے، جو نسل رنگ یا زبان کے اشتراک پر نہیں، ایمان کے اشتراک پر وجود میں آئی تھی۔ جس میں حبش کے بلال، روم کے صہیب، فارس کے سلمان اور عرب کے ابوبکرؓ تو ایک قوم کے افراد تھے، مگر مکہ کے ابوجہل اور ابولہب دوسری قوم کے افراد تھے۔

قائد اعظمؒ نے مارچ 1940ء میں اپنی تقریر میں فرمایا "پاکستان کی ابتداء تو اسی دن ہو گئی تھی جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا کیونکہ اس سے جداگانہ قوم کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

اسلام کے اسی تصور کے تحت انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو متحد کیا اور کمال فراست اور بے مثال تدبر سے انگریز، ہندو، نیشنلسٹ مسلمانوں اور دوسرے ایسے عناصر جو اپنے علاوہ دوسروں کو مردم شماری کا مسلمان کہتے تھے ناکام بنا کر ایک نیا ملک دنیا کے نقشے پر ابھارا جس کے دو بازو ایک دوسرے سے ہزار میل کے فاصلے پر تھے، آہنی عزم اور بے مثال ایمانی استقامت نے بیسویں صدی میں یہ معجزہ کر دکھایا۔

میری نسل کے لوگ جنہوں نے پاکستان سے پہلے کا وقت دیکھا ہے جانتے ہیں اس وقت مسلمانوں کی حالت کیا تھی تعلیم میں کم تر، سروسز میں سب سے نچلی سطح کے کارندے، چپڑاسی، کلرک، ہزاروں میں کوئی ایک اعلیٰ عہدیدار، یہی حالت تجارت کے میدان میں تھی، منڈیاں دوسروں کے قبضے میں یہ پرچون کے دکاندار، صنعت میں اس سے بھی برا حال تھا، زمیندار تھے تو ان کی زمینیں غیروں کے ہاتھوں رہن، ہر میدان میں پسماندہ، اپنی پس ماندہ مفلس مجبور مقہور مسلمانوں کو اتحاد ایمان تنظیم کا سبق سکھا کر ایک نجات دہندہ فراعین وقت کے چنگل سے چھڑا کر ایک نئی وادی سینا میں لے آیا اور ان سے کہا مستقبل تمہارے نام لکھ دیا گیا ہے، تمہارے ملک میں خدا نے ہر نعمت رکھ دی ہے آگے بڑھو اور اپنی محنت و کاوش سے لوح زماں پر اپنا نام ثبت کر دو۔

مگر یہ قوم بھی قوم بنی اسرائیل کی طرح بیکار کے دھندوں میں پھنس گئی، الاٹمنٹوں نے اسے لالچ اور سہل پسندی کا رستہ دکھایا، محنت کی بجائے سہل نگاری اور مفت کی روٹی کی طلبگار ہو گئی، مفت کا مال ختم ہوا تو ایک دوسرے پر جھپٹنے کی راہ اختیار کی، حق تلفی زور آوری، استحصال معاشرے کا چلن ہو گیا، ہر شخص اپنے لئے جینے لگا، مفاد خویشی میں مبتلا قوم میں افراد ایک دوسرے کے مددگار نہیں حریف اور مدمقابل بن جاتے ہیں، ان میں اتفاق نہیں تفرقہ فروغ پاتا ہے، ان کے جسم قریب ہوتے ہیں مگر دل دور۔

ہم نے پاکستان کو ایک آئیڈیل پر مبنی نظریاتی ملک تو کیا اول روز ہی سے یہ آئیڈیل ہماری کوششوں کا محور نہ بن پایا۔ ہم بھول گئے کہ اسلام کا اپنا معاشی نظام ہے، اپنا سیاسی نظام ہے، زندگی کے ہر شعبے میں اس کا اپنا نقطہ نظر ہے۔ ہم نے اس سے بے اعتنائی برتی اول روز ہی سے ہمارا رخ مغرب کی طرف رہا، مغرب

کی سائنسی اور فنی برتری تسلیم مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری تو نہیں تھا کہ ہم زندگی کے ہر شعبے میں اس کی نقالی پر اتر آتے۔

پاکستان پچاس سال پہلے معرض وجود میں آیا تھا' پچاس سال پہلے مغرب اور اس کے سب سے بڑے اور فعال نمائندے امریکہ کو جو مقام حاصل ہے وہ نہ تھا' یورپ تو اس وقت انتشار کی حالت میں تھا' انگلستان' فرانس جیت کے باوجود خستہ حال تھے' شکست خوردہ جرمنی کا حال ناگفتہ بہ تھا' روس اپنے زخم چاٹ رہا تھا' جاپان نڈھال تھا' ایسے میں تیرہ چودہ کروڑ کی ایک ابھرتی ہوئی قوم اپنے آئیڈیل کو سامنے رکھ کر جدوجہد کرتی تو گمان غالب ہے کہ وہ جلد ان کے شانہ بہ شانہ آ کھڑی ہوتی اور دوش بدوش آگے بڑھتی' اپنے عادلانہ معاشی نظام اور مساوات اور تواصو پر مبنی سماجی ڈھانچے کی بدولت ایک طرف مضمحل کیمونزم اور دوسری طرف ڈگمگاتے سرمایہ دارانہ نظام کی ستائی دنیا کے لئے منارہ نور ہوتی' دوسروں کی تقلید کرنے والی نہیں' دوسروں کو راہ دکھانے والی مملکت ہوتی۔ مغرب اس وقت اس حد تک مداخلت کے قابل ہی نہ تھا کہ ہمارے راستے میں حائل ہوتا۔

میں نے ابھی ابھی قوم بنی اسرائیل کا ذکر کیا تھا' تاریخ شاہد ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے آنے والی نسل سے دل برداشتہ ہوئے تو انہوں نے اپنی تمامتر توجہ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کی طرف مرکوز کر دی' قرآن پاک ان قوموں کا ذکر بعد میں آنے والوں کے لئے رہنمائی کے لئے کرتا ہے' اس کی باتوں میں کوئی نہ کوئی حکمت' کوئی نہ کوئی سبق ضرور ہوتا ہے' ہم نے یہی غلطی کی۔ پرانی نسل تو بے راہ رو ہوئی ہی' ہم نے نئی نسل کی تعلیم و تربیت سے بھی غفلت کی' انہیں شتر بے مہار بننے کے لئے چھوڑ دیا اور نتیجہ قوم بنی اسرائیل نے چالیس سال بعد اپنے خوابوں کی سرزمین پر تمکن حاصل کر لیا مگر ہم پچاس سال بعد اپنے خوابوں کی سرزمین میں اجنبی ہیں۔

بمشکل ربع صدی بھی نہ گزری کہ ایک بازو دوسرے سے اس حد تک زچ اور بدظن ہوا کہ خانہ جنگی اور دشمن کی مداخلت کی نوبت آگئی' دونوں بازو ایک متحدہ مملکت نہ رہ سکے' مشرقی پاکستان نے اپنا نام بنگلہ دیش رکھ لیا۔ غیر ملکی مداخلت کو الزام دینا ذمہ داری سے فرار کا ایک بہانہ ہے۔ یاد رکھئے غیر ملکی ایجنٹ کبھی ایک متحد' اپنے آدرشوں سے پیار اور اس کے لئے قربانی دے سکنے والوں میں راستہ نہیں بنا سکتے۔ وہ ایک غیر مطمئن' استحصال کا شکار' بے انصافی سے نالاں معاشرے میں بڑی آسانی سے جگہ بنا لیتے ہیں۔

بنگالیوں کی اکثریت مسلمان ہے' مغربی پاکستانیوں سے کم تر نہیں' بہتر مسلمان ہی ہوں گے' غریب مگر دین دار' ارکان کے پابند' نام فضل الحق' نورالہدیٰ۔ پھر ان کو ہو کیا گیا تھا کہ مغربی پاکستانیوں اور بہار سے آئے اپنے ہی بھائی بندوں کے خون کے پیاسے ہو گئے' غیر مسلم دشمن ملک کی فوج کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہنے کی حد تک آگے بڑھ آئے۔

گڑے مردے اکھاڑنے سے کچھ حاصل نہیں مگر اپنی کوتاہیوں کی نشاندہی بہتری کی راہیں سجھا سکتی ہے' پیچھے مڑ کر دیکھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتا ہے لیکن اگر اس نیت سے واپس ہوا جائے کہ دیکھیں قدم کہاں سے غلط راستے پر اٹھے تو یہ باز آفرینی کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ حکومتیں جو کمیشن بناتی ہیں وہ تو

بس ایک دیئے گئے دائرہ کار کے اندر ہی کام کرتے ہیں اور ان کے نتائج اکثر و بیشتر حکمرانوں کی مصلحتوں کی نذر ہو جاتے ہیں' کبھی قوم کے سامنے آتے ہی نہیں' حمود الرحمٰن کمیشن آج تک معمہ بنا ہوا ہے۔

سقوط ڈھاکہ اور قیام بنگلہ دیش اتنا معمولی سانحہ بھی نہیں کہ آسانی سے بھلایا جا سکے بہت بڑا مقام عبرت ہے' ادیبوں نے' دانشوروں نے' لکھنے والوں نے آپ بیتی اور جگ بیتی داستانیں تو لکھ دیں' قومی سطح پر کوئی سیر حاصل تجزیہ نہ کیا' آزادی کی پچاسویں سالگرہ پر ملک کے دو لخت ہو جانے کا سانحہ ساری کی ساری قوم سے توجہ کا طلبگار ہے' مخالفوں نے تو اس وقت بڑی خوشیاں منائیں' بغلیں بجائیں کہ دو قومی نظریہ فیل ہو گیا ہے' اندرا گاندھی نے بھی اس طرح چراغاں کیا تھا۔

دو قومی نظریہ تو ایک اٹل حقیقت ہے' ایک یونیورسل کلیہ' بنگلہ دیش کے قیام سے اسے جوڑنا مخالفوں کی اس نظریے کی اصل و حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے' قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ہم نے تمہیں پیدا کیا' پھر تم میں سے کچھ مومن ہو گئے' کچھ نے کفر اختیار کر لیا" بعینہ وہی بات جو قائد اعظمؒ نے فرمائی تھی کہ پاکستان کی ابتداء تو اسی دن ہو گئی تھی جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا۔

بنگلہ دیش بننے کے بعد کیا ہوا' بنگلہ دیش کے مغرب میں بھی بنگالی بستے ہیں' ان کی زبان بھی بنگالی ہے' نسلی اعتبار سے اوپر کی پیڑھیوں میں ان کا آپس میں تعلق بھی نکل آئے گا مگر مشرقی پاکستانیوں نے مغربی بنگال کے ساتھ رشتہ نہیں جوڑا۔

مگر ہمیں کیا ہو گیا ہے' ان پچھلے بیس سالوں میں مغربی پاکستان میں اخوت و محبت اور بھائی چارے کی فضا کیوں اجنبی ہو گئی' روز بروز صوبوں میں فاصلے بڑھ رہے ہیں' زبانوں اور نسلوں پر مبنی قومیتوں پر زور دیا جا رہا ہے' سندھی' غیر سندھی' پختون غیر پختون' بلوچی غیر بلوچی' اردو بولنے والے' ہر طرف انتشار ہی انتشار ہے۔ ایسا کیوں ہے' وقت کا تقاضا ہے کہ ہر شخص سوچے کہ میرا کردار کیا ہے' ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے' وقت کا تقاضا ہے کہ اس ملک کے سوچ سمجھ والے لوگ اپنے ارد گرد ہر طبقے کے لوگوں کو سوچنے پر مجبور کر دیں' انہیں یہ سمجھائیں کہ آج اس ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بلند و بالا پلازے' وسیع و عریض رقبوں پر عالیشان رہائش گاہیں' بڑے بڑے کارخانے' دکانوں میں انواع و اقسام کے کنزیومر گڈز سازو سامان' سڑکوں میں نئے سے نئے ماڈل کی لمبی لمبی شاندار کاروں کے قافلے رواں نظر آتے ہیں تو اس کے لئے وسائل اسی دھرتی نے مہیا کئے ہیں' یہ جو دفتروں میں براؤن صاحب براجمان ہیں جو خود کو حاکم اور خلق خدا کو رعایا اور سائل سمجھتے ہیں ان کو یہ مقام اسی ملک کے طفیل میسر آیا ہے' ورنہ تو یہ سب وہی کچھ ہوتے جو اس کے قیام سے قبل تھے۔۔۔ چپڑاسی' کلرک' بلکہ اگر ہندو کے زیر نگین رہتے تو اس سے بھی بدتر' گھاس کاٹنے والے' سائیں' مزدور اور کارندے'۔۔۔ پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں دو چند ہو گئی ہیں' وہ اس ملک کے بانیوں کے خیالات کو اپنے لئے بھی مشعل راہ بنائیں اور دوسروں کو بھی وہ راہ بجھائیں جو ان عظیم لوگوں نے ہمارے لئے متعین کی تھی' اس منزل کی نشاندہی کریں جدھر ہمیں جانا تھا اسلامی مساوات پر مبنی ایک عادلانہ معاشی و سیاسی نظام ذات' پات' اونچ نیچ سے ناآشنا سوسائٹی' دانشوروں' قانون دانوں صحافیوں' ادیبوں اور اہل قلم کا فرض بنتا ہے کہ منزل کی نشان

دہی کریں، قوم میں یک جہتی، یک نگہی پیدا کرنے کا عزم کریں اس بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم آمادہ سفر کریں، اس منتشر بھیڑ کو پھر ایک ملت بنا کر اقوام عالم میں اپنا مقام پیدا کرنے کا عزم عطا کریں۔ اقبالؒ نے کہا تھا۔

چیست ملت اے کہ گوئی لا الہ
با ہزاراں چشم بودن یک نگاہ

ستم تو یہ ہے کہ یہاں لا الہ کے نام پر اپنی دکانداری چمکانے والے خود کو علماء کرام کہلوا کر خوش ہونے والے امت کو یک نگہی کی جگہ پریشان نظری میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بن گئے، بجائے اس کے کہ وہ ارباب اختیار کو رہنمائی مہیا کرتے یہ ہر حکومت کو یہ کہہ کر عوام کی نظروں میں بے وقار کرتے رہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں کرتے، یہ مغرب زدہ لوگ ہیں، یہ اسلام سے واقف ہی نہیں، باہر بیٹھ کر یہ حکومت کی ٹانگ کھینچتے رہے، اسے بدنام کرتے رہے۔

جب ایوب خان نے ان سے کہا کہ سب فرقوں کے قابل قبول ماہرین کو ساتھ بٹھا کر، مل بیٹھ کر ایسا متفقہ آئین تیار کر دیں جو امت کے سب فرقوں کے لئے قابل قبول ہو تو میں اس پر آنکھیں بند کر کے دستخط کر دوں گا تو انہوں نے یہ چیلنج قبول کرنے کی بجائے الٹا اس پر الزام عائد کر دیا کہ یہ شخص بدنیت ہے ہمارے اختلاف سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔۔۔ انہیں کون کہے کہ بندگان خدا اور کوئی تمہارے اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو تم ملک و قوم کی خاطر، ملت کے مستقبل کی خاطر اپنے اختلافات دور کرنے کی سبیل کرو، یک رائے ہو کر کوئی بات کرو یا پھر مان جاؤ کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ جب کہ بہت مدت بعد مرحوم مولانا مودودی نے تسلیم کیا، ہفت روزہ ایشیاء کا 23 اگست 1970ء کا شمارہ گواہ ہے جس میں ان کا یہ بیان چھپا کہ "کتاب و سنت کی کوئی ایسی تعبیر ممکن نہیں جو پبلک لاز کے معاملے میں حنفیوں، شیعوں اور اہل حدیث کے درمیان متفقہ علیہ ہو"

لیکن کیا اس کے بعد یہ شور تھم گیا، طوفان ختم ہوا، نہیں، سب گواہ ہیں کہ ان حلقوں سے وہی بات پھر بار بار ہو رہی ہے، حکومتوں کو اسی بنا پر مطعون کیا جا رہا ہے۔ دراصل یہ لوگ اس پردے میں حکومت کے خواہاں ہیں، چاہتے ہیں کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور وہ اپنے فیصلے، خدائی فیصلے کہہ کر نافذ کریں، جانتے بوجھتے ہوئے کہ ایک کا اسلام دوسرے کو قابل قبول نہ ہو گا، ہر کوئی اپنی فقہ پر اصرار کرے گا، اس سے انکار کو کفر قرار دے گا، کشت و خون کا بازار گرم ہو گا، دنیا اسلام پہ ہنسے گی، اقبالؒ اور قائدؒ کی ارواح جس کرب میں مبتلا ہوں گی یہ وہی سمجھ سکتا ہے جو ان کے خیالات سے واقف ہے۔۔ جب قائد اعظمؒ سے آئین کے متعلق سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ یہاں تھیاکریسی رائج نہ ہو گی۔

سیکولرازم والے کبھی کبھی جب یہ دعوے کرتے ہیں کہ قائد اعظمؒ تو بس ایک ماڈرن مسلم مملکت چاہتے تھے تو مذہبی حلقوں سے اس کی مخالفت میں آواز سننے میں آتی ہے کہ نہیں قائد اعظمؒ تو ایک اسلامی

مملکت کے قیام کے خواہاں تھے اور وہ قائد اعظمؒ کے مختلف ارشادات کا حوالہ دیتے ہیں۔
ہم اس بات سے متفق ہیں' قائد اعظمؒ نے اس ملک کے حصول کی وجہ جواز ہی اسلام کا نفاذ ٹھہرایا
تھا۔ لیکن ان کے تصور دین اور ان لوگوں کے مذہب میں نمایاں تضاد نظر آتا ہے' ان میں اکثر تو وہ لوگ
نظر آتے ہیں جو قائدؒ اور مسلم لیگ کے مخالف کیمپ میں ہوا کرتے تھے' قائدؒ کو مذہب سے بے بہرہ اور
اقبالؒ کو بس ایک شاعر کا درجہ دیتے تھے اور کانگریس کے زیر اثر قومیت کو وطن سے مخصوص سمجھتے تھے۔
ان کے نزدیک مذہب کا دائرہ کار کچھ عبادات' کچھ رسوم و رواج' چند سزاؤں اور ذاتی نوعیت کے کچھ
مسائل نکاح' طلاق وغیرہ تک محدود ہے' انہی کے متعلق تو اقبال کو کہنا پڑا۔

سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمدؐ عربی است

اقبالؒ اور قائدؒ یہاں فرقوں میں بٹا ہوا دور ملوکیت کا اسلام نہیں عہد محمدؐ الرسول اللہ والا' (عربی
ملوکیت کی چھاپ سے آزاد) اسلام چاہتے تھے' قرآن پاک کے غیر متبدل اصولوں کے دائرے کے اندر
رہتے ہوئے اپنے دور کے تقاضوں کو نبھا سکنے والا' ساری امت کے لئے یکساں قابل قبول نظام۔ رہا یہ
سوال کہ ایسے قوانین بنائے گا کون' یہ دور تو جمہوری دور ہے' یہ ذمہ داری کسی ایک فرد یا چند افراد کو تو
نہیں سونپی جا سکتی' آج دنیا میں ہر جگہ قوانین سازی پارلیمان کا فریضہ مانی جاتی ہے۔ خود مسلمان علماء
جمہوریت کے گن گاتے ہیں' اسے بہترین طرز حکومت گردانتے ہیں' ہر کوئی کہتا ہے اسلام جمہوری طرز
حکومت کا حامی ہے اور **وامرھم شوریٰ بینھم** اور **وشاورھم فی الامر** سے اس کی دلیل
لاتے ہیں علامہ اقبالؒ نے اپنے لیکچر زیر عنوان اسلامی قانون شریعت میں ارتقاء میں فرماتے ہیں۔
"بنی امیہ اور عباسی خلفا نے اپنا مفاد اسی میں سمجھا کہ بجائے اس کے کہ افراد ملت کے لئے درد سر
بن جائے مجتہدین کو انفرادی اجتہاد کا حق دے دیا جائے لیکن اب یہ دیکھ کر بڑی ڈھارس بندھتی ہے کہ
زمانے کے تقاضوں اور اقوام مغرب کے سیاسی تجربہ سے دور حاضر کے مسلمانوں کو اجماع کی قدرو قیمت اور
امکان کا احساس ہوتا جا رہا ہے' مسلمان ممالک میں روح جمہوریت کی بیداری اور۔۔ رفتہ رفتہ مجالس
قانون ساز کی تشکیل ایک نیک فال اور ترقی کی جانب صحیح اقدام ہے' دور حاضر میں جب کہ امت میں متعدد
جماعتیں اور پارٹیاں پیدا ہو چکی ہیں اجماع کی ممکن شکل یہی ہے کہ مذاہب فقہ کے انفرادی نمائندگاہ سے حق
اجتہاد چھین کر اسے مسلمانوں کی مجلس قانون ساز کو تفویض کر دیا جائے۔"
ان پچاس سالوں میں ہم نے برے بھلے جتنے بھی الیکشن دیکھے ہیں ان میں منتخب ہو کر آنے والے
نمائندوں کے حدود اربعہ کے متعلق کسی کو غلط فہمی نہیں ہے' وہی چند خاندان ہیں جو بھیس بدل بدل کر کبھی
اس پارٹی کی طرف سے' کبھی اس پارٹی کی طرف سے منتخب ہو کر سیٹیں سنبھالتے ہیں' نہ تعلیم کا کوئی معیار
ہے نہ سیاسی' اقتصادی اور مذہبی معاملات کی سوجھ بوجھ' پیسہ' اثر و رسوخ' دھونس' دھاندلی' برادری'
فرقہ بازی' یہی ہتھیار ہیں جو اس جمہوری کھیل میں کام میں لائے جاتے ہیں۔

کیا قانون سازی ایسے لوگوں کے سپرد کی جا سکتی ہے؟ سپرد کی جائے تو ان سے کن نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس دور جمہوریت میں اس سے انکار بھی ممکن نہیں اور پھر جمہوریت ساری دنیا میں ایک ہی انداز سے تو رائج نہیں، مختلف ممالک میں اس کا انداز اور شکلیں مختلف ہیں' فرانس میں طرز انتخاب اور ہے' جرمنی میں اور' اور انگلستان کی پارلیمنٹ جسے **پارلیمنٹوں** کی ماں کہا جاتا ہے بادشاہت کے زیر سایہ پل بڑھ اور پھل پھول رہی ہے' امریکہ والے صدر کو براہ راست منتخب کر کے عنان اقتدار سونپ دیتے ہیں اور وہ خود اپنی کابینہ نامزد کرتا ہے۔ ہم بھی جمہوریت کو اپنے حالات کے مطابق ڈھال سکتے ہیں' ملک میں غربت ہے' جہالت ہے' زمینداری ہے' نظام سرمایہ داری ہے۔ موجودہ طریقہ انتخاب میں تو عام آدمی کا الیکشن میں کامیاب ہو کر پارلیمان کا ممبر بن جانا معجزوں میں شمار ہو گا۔ کوئی ایک آدھ کامیاب ہو بھی گیا تو نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنے گا۔

ضرورت ہے ملک میں مردم شماری ہو جس میں ہر سربراہ خاندان اور ہر کمانے والے کی آمدنی کا صحیح اندراج ہو' آمدنی کے حساب سے سیٹیں تقسیم ہوں' اس طرح پارلیمنٹ آبادی کی بہتر نمائندگی کر سکے گی' کروڑ پتی چند ہوں گے' لکھ پتی کچھ زیادہ' اکثریت متوسط اور نچلے طبقوں کی ہو گی' متوسط طبقے کے پڑھے لکھے لوگ منتخب ہو کر آ سکیں گے' غیر قانونی اخراجات کی ان طبقوں میں گنجائش ہی نہیں ہو گی اور کروڑ پتی کروڑ پتیوں کو کیسے خرید سکیں گے۔۔ ایوان بالا میں ڈاکٹر' انجینئر' سائنس دان' تاجر' صنعتکار' ادیب' شاعر' مفکر' دانشور اور علماء کے نمائندے اپنے اپنے شعبے کے لوگوں کی طرف سے آئیں گے۔ اس طرح سے علامہ اقبالؒ کی یہ بات بھی حقیقت بن کر سامنے آئے گی جو انہوں نے اپنے اسی لیکچر میں کہی تھی جس کا میں نے ابھی ابھی حوالہ دیا ہے' انہوں نے مجلس قانون ساز کے ضمن میں فرمایا تھا' "اس طرح قانونی مباحث میں وہ غیر فنی ارباب بصیرت جنہیں (فنی نکات افرینیوں کے مقابلے میں) معاملات کی (عملی) سوجھ بوجھ کہیں زیادہ ہوتی ہے' یہی ایک طریق ہے جس سے ہم اپنے نظام قانون کو جمود اور تعطل کے پنجہ سے نجات دلا کر اس میں خون زندگی دوڑا سکتے ہیں اور پھر اسے ایک ارتقائی انداز نظر عطا کر سکتے ہیں۔"

لیکن تعلیم اور تربیت کی صحیح سمت میں ترقی سب سے مقدم اور اس سے غفلت ایک مجرمانہ فعل ہے' ایک آئیڈیل پر مبنی مملکت میں اس آئیڈیل کو پیش نظر رکھنا اور اس کی طرف لے جانے والی سوسائٹی کی تشکیل درست نظام تعلیم کے بغیر ناممکن ہے ورنہ خدا کے فرستادہ پیغمبر اس پر اپنا وقت اور توانائیاں کیوں صرف کرتے' صحیح تعلیم کے زیر اثر تربیت ہی ہر نئی نسل کو اس مقصد کے لئے بہتر سے بہتر تیار کر سکے گی اور ہر نسل بہتر سے بہتر نمائندے پارلیمان میں بھیج کر ایک ماڈرن' فلاحی اسلامی مملکت کی تشکیل اور تعمیر کر سکے گی' جس کا سیاسی' معاشرتی اور معاشی نظام' سرمایہ داری نظام کی ستائی ہوئی مخلوق کے لئے سکھ کا سانس بن کر سامنے آئے گا اس طرح یہ مملکت دنیا کے لئے امن و آشتی کا مجسم پیغام ہو گا۔

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر حسنین کاظمی

آئیڈیالوجی.... کھیل نہیں پاکستان کی اساس ہے

" 10 جولائی 1997ء کے روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں ماہر اقتصادیات' پروفیسر ڈاکٹر احسان رشید صاحب فرماتے ہیں کہ " آئیڈیالوجی کا کھیل ختم ہو گیا۔ اب وہی زندہ رہے گا جو اپنی اکنامکس کو زندہ رکھ سکے گا۔ جنگ کراچی میں شائع ہونے والے اس کالم کو ہم ابھی پڑھ بھی نہ پائے تھے کہ 17 جولائی کو اسی اخبار میں اسی عنوان کے تحت پروفیسر حسنین کاظمی صاحب کا جواب دکھائی دیا' جس کا ایک حصہ ہم قارئین طلوع اسلام کے استفادہ کے لئے شامل اشاعت کر رہے ہیں۔" مدیر طلوع اسلام

مملکت پاکستان کے حوالے سے یہ حقیقت کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی فراموش نہیں ہونی چاہیے کہ

- یہ مملکت پورے برصغیر کے مسلمانوں کی متحدہ اور مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں قائم ہوئی ہے۔
- اس مملکت کے مطالبہ کی بنیاد " دو قومی نظریہ " ہے
- " دو قومی نظریہ " اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت سے قبول کئے بغیر بے معنی ہو جاتا ہے۔

پاکستان جن علاقوں پر مشتمل ہے ان علاقوں کا جغرافیہ اور تاریخ دونوں صدیوں پرانی ہیں۔ ان میں بہت سے نشیب و فراز ہیں لیکن پاکستان کی مملکتی حیثیت کو ابھی صرف نصف صدی گزری ہے اور جو علاقے اس ملک میں شامل ہیں وہ صرف اس وجہ سے شامل ہیں کہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور یہ مسلمان بھی بہت بڑی تعداد میں تحریک پاکستان میں پورے برطانوی ہند کے مسلمانوں کے ساتھ دینی اشتراک کی بنیاد پر شامل تھے۔ پاکستان کے قیام کا یہی جواز تھا اور پاکستان کے تحفظ کی بنیاد بھی اسی جذبہ ایمانی پر قائم ہے۔ لہٰذا پاکستان میں اسلام کے بارے میں' اس اسلام کے بارے میں جسے قرآن حکیم میں ایک مکمل ضابطہ حیات کی صورت پیش کیا گیا اور جسے ہمارے ہادی برحق رسول اکرمؐ نے عملی طور پر ایک بھرپور اور ہمہ جہت سماجی نظام کی حیثیت سے بروئے عمل لاکر ایک مثال قائم فرما دی' اس اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے احتیاط اور احترام دونوں لازم ہیں۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران چند بہت اہم اور رہنمائی کی حیثیت کے حامل مسلمان بوجوہ اس تحریک کے حامی نہیں تھے لیکن ایک مرتبہ پاکستان بن گیا تو ان اہم شخصیات

نے بھی موقع اور محل کی مناسبت کے لحاظ سے پاکستان کے لئے خیر سگالی اور نیک جذبات کا اظہار کیا اور اس کے لئے دعائیں کہیں۔ ان میں سے کسی نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا نہیں کئے۔ بے یقینی کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور یہ اعلانات نہیں کئے کہ پاکستان کا وجود انتشار کی زد پر ہے اور اس تجربے کی کامیابی کے امکانات کم ہیں۔ المناک بات یہ ہے کہ پاکستان کی جانب لوگوں کے خیالات میں انتشار اور بے یقینی کی کیفیات پیدا کرنے کی کوششوں میں پیش پیش وہ سیکولر دانشور ہیں جنہیں پاکستان نے سب کچھ دیا ہے۔ جن کی اکثریت نہایت آرام اور چین سے اس مملکت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ جن کی اولادیں اعلیٰ تعلیمی اداروں سے فیضیاب ہوئی ہیں اور جو بیرون ملک جا کر بھی جو کچھ حاصل کرتے ہیں اس میں ان کی پاکستانی شناخت کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جب پاکستان کے اساسی نظریئے یعنی اسلام کے بارے میں پورے ذاتی علم کے بغیر جب غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے ہیں تو جو بات کم سے کم کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایسی باتیں ان لوگوں کو زیب نہیں دیتیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعے کا تذکرہ ضروری ہے۔ قیام پاکستان سے قبل لاہور میں ایک صاحب رہتے تھے۔ ان کا نام کنہیالال گابا تھا وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے خالد لطیف گابا نام رکھا۔ یہ نام اس زمانے میں بہت مشہور ہو گیا تھا۔ خالد لطیف گابا صاحب تحریک پاکستان کے حامی نہیں تھے چنانچہ قیام پاکستان کے بعد وہ بمبئی منتقل ہو گئے۔ آزاد ہندوستان میں مسلسل مطالعہ کیا اور تقریباً 25 برس بعد انگریزی میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا Passive Voices۔ اس کتاب میں حقائق اور اعداد و شمار کے ساتھ مسلم دشمنی کا رویہ بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا تھا۔

خالد لطیف گابا کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دو باتیں میرے پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان سے فکری اور نظری اختلاف رکھنے والوں پر اخلاقی تقاضوں کے تحت یہ ضروری تھا کہ وہ پاکستان سے اسی مملکت کے شہری کی حیثیت سے تعلق قائم نہ کرتے اور دوسرے یہ کہ ہندوستان میں رہتے اس اخلاقی جرات کا مظاہرہ بھی ضروری تھا جو خالد لطیف گابا صاحب نے "مجبور آوازیں" کے عنوان سے کتاب لکھ کر کیا۔ ہمارے یہ "سیکولر دانشور" قیام پاکستان کے حوالے مسلمانوں کے خلاف قتل و غارت گری کا جو اندوہناک اور انسانیت سوز رویہ اختیار کیا گیا اسے کیوں نظر انداز کرتے ہیں اور برطانوی ہند میں عددی اکثریت کی بناء پر وہ ہندوؤں کو مالک و مختار بن جانے کی ذہنیت کو کیوں قابل مذمت نہیں سمجھتے؟ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ جو جانبدارانہ رویہ برقرار رکھا جاتا ہے اس کا کیا جواز ہے اور کشمیر میں پہلے دن سے پنڈت جواہرلال نہرو اور ماؤنٹ بیٹن کی شرمناک ملی بھگت سے جس ناانصافی کے بیج بوئے گئے اور اب کشمیر میں ہندوستان جس بے حیائی کے ساتھ انسانی حقوق کی دستاویز کی دھجیاں بکھیر رہا ہے اس پر اس قبیل کے علم و دانش کے دعویدار کیوں خاموش رہے ہیں اور اب بھی ہیں؟

یہ باتیں سامنے رہیں تو یہ کہنا غلط نہیں ہو گا۔ یہ لوگ "مرغ باد نما" کی مانند ہوتے ہیں جو ہوا کے ساتھ رخ بدلتا ہے۔ ان کی وابستگی فکر یا نظریئے سے نہیں ہوتی محض محدود مفادات سے ہوتی ہے۔ یہ زمانہ ان کے خیالات کے مطابق اقوام مغرب کی برتری کا ہے اور اقوام مغرب کا رویہ دو باتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایک یہ کہ مذہب کو بالکل انفرادی اور شخصی مسئلہ سمجھا جاتا ہے جس کا زندگی کے کسی بھی دوسری شعبے

سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ حصول زر کو انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے مقصد حیات بنا لیا جائے۔ ان کی زندگی میں یہی دو پہلو نمایاں رہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن صرف اور صرف عبادات اور رسم و رواج کی حد تک اور ان کی زندگیوں کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ دولت کمائی جائے۔ زبان پر ان کے انسانیت کے حوالے ہوتے ہیں لیکن "عملاً" یہ صرف دو رشتوں کے قائل ہوتے ہیں۔ قانونی رشتے اور اقتصادی رشتے۔ انسانی رشتے جو ایمان کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتے۔

اس وقت دنیا میں امریکی سکہ چل رہا ہے اور امریکہ حصول زر کی اندھی دوڑ میں مصروف ہے چنانچہ ہم بھی زندگی کا ہر عمل ڈالر کے پیمانے سے ناپ رہے ہیں اور صرف اقتصادیات کو زندگی کی عظمت کی ضمانت قرار دے رہے ہیں بلاشبہ اقتصادیات کی بھی قومی زندگی میں خاص اہمیت ہوتی ہے لیکن معاشیات زندگی کا ملجا اور ماوا نہیں ہے۔ اس حوالے سے اقبال کا یہ شعر ہم سے نہایت گہری فکر کا طالب ہے کہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش

یہ موقع قرآن پاک اور سیرت طیبہ کے حوالے سے معاشی معاملات و وسائل کے تجزیے کا نہیں لیکن یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ عالم انسانیت کے لئے یہ "فکر معاش" کا عذاب جو ہے وہ مغرب کا، مغرب کے افکار و نظریات کی معاشرتی تشکیل کا تحفہ ہے کہ پوری دنیا اس وقت "ظالمانہ اقتصادی مسابقت" کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

انسانیت کے مسائل کا حل اعلیٰ انسانی اقدار کی بالادستی میں پوشیدہ ہے۔ قائد اعظمؒ نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا

"مغرب کے اقتصادی نظام نے انسانیت کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ مغربی معاشی نظام افراد انسانی کے مابین انصاف کے اور بین الاقوامی میدان میں باہمی آویزش دور کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں اپنی تقدیر خود بنانی پڑے گی ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی اصولوں پر قائم ہو۔ ایسا کر کے ہم گویا بہ حیثیت مسلمان اپنا فرض ادا کریں گے ......"

قائدؒ کے الفاظ اسلام سے ان کی گہری وابستگی کا ثبوت ہیں اور اس سے اس حقیقت کی وضاحت بھی

ہوتی ہے کہ اسلامی آئیڈیالوجی کو ہم نے محض مصلحت وقت کے تحت اختیار نہیں کیا تھا کہ اب کہہ دیا جائے کہ اس کا دور ختم ہو گیا بلکہ یہ مملکت پاکستان کو فکری اور نظری بنیاد فراہم کرتی ہے اور اس کے بغیر اس مملکت کا استحکام برقرار رہنا ممکن نہیں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی 17 جولائی 1997ء)

***

آپ طلوع اسلام کی مدد کیسے کرسکتے ہیں؟

- ☆ اپنے احباب کو طلوع اسلام کا خریدار بنایئے
- ☆ اپنے شہر میں طلوع اسلام کی ایجنسی قائم کیجئے
- ☆ کسی مقامی ایجنٹ کو تیار کیجئے کہ وہ طلوع اسلام کا لٹریچر منگائے

ممکن ہو تو اپنے علاقے سے طلوع اسلام کے لئے اشتہار مہیا کیجئے

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
پشت پر	800 روپے	6000 روپے
اندرونی صفحات	600 روپے	5000 روپے
اندرونی صفحات		
پورا صفحہ	500 روپے	4000 روپے
نصف صفحہ	300 روپے	2000 روپے
چوتھائی صفحہ	150 روپے	

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے۔
اجرت اشتہار مسودہ کے ساتھ پیشگی ہونی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا افضل حسین مغل

سجدہ

مذہب میں سجدہ کا مفہوم پیشانی کو زمین پر رکھ کر' معبود کا تصور ذہن میں لاتے ہوئے کچھ الفاظ کا ورد کرنا ہے۔ یہ طریق تقریبا" تمام مذاہب میں یکساں ہے۔ معبود کے تصور میں البتہ فرق پایا جاتا ہے۔ بت پرست اقوام ایک محسوس مجسم صورت کو سامنے رکھ کر یہ تصور کر لیتی ہیں کہ یہ خدا کی صورت ہے اور اس مجسمہ کو سجدہ گویا خدا کو سجدہ کرنا ہے۔ مشرق میں سری رام چندر۔ سری کرشن' مہاتما بدھ اور مہاتما جین کی شبیہ بنا کر ان کی پوجا کی جاتی ہے جب کہ مغرب میں عیسائی خصوصا" رومن کیتھولک یسوع کی مصلوب تصویر یا مریم کی شبیہ کے ذریعے مرادیں مانگتے ہیں۔ امریکی ریڈ انڈین اپنے بزرگوں کی بھدی سی شبیہیں بنا کر اپنے ذوق عبودیت کی تسکین کر لیتے ہیں۔ یہودیوں کے ہاں خدائے واحد کا تصور تو موجود ہے لیکن وہ بھی اپنے معبودوں میں فرشتوں کی شبیہیں بنا لیتے ہیں۔ مسلمانوں میں سجدے کی سزا وار صرف خدا واحد کی ذات ہے۔ اس سلسلے میں کوئی مجسمہ یا کوئی تصویر سامنے نہیں رکھی جاتی۔ اب کہیں کہیں مکہ **معظمہ** میں کعبتہ اللہ اور مسجد نبوی کی تصاویر لگنا شروع ہو گئی ہیں تاہم یہ صرف دیکھنے کے لئے ہوتی ان کے آگے سجدے کا تصور ہنوز قائم نہیں ہوا۔ ہاں البتہ اگر کسی کے دل میں صنم خانے آباد ہیں تو اس کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

ہندوں میں مورتی کے علاوہ برہمنوں' راجاؤں وغیرہ کو مہاپرش مان کر سجدہ کرنے کا بھی رواج تھا۔ مسلمانوں کے دور ملوکیت میں کورنش بجا لانا یعنی رکوع کی حالت میں بادشاہ کے سامنے جھک جانے کا تصور بھی غالبا" ہندوستان ہی سے درآمد ہوا ورنہ دعویٰ یہی کیا جاتا رہا کہ مسلمان کا سر کٹ تو سکتا ہے غیراللہ کے سامنے جھک نہیں سکتا۔

مذہب میں سجدہ کی ابتدا قصہ آدم سے ہوتی ہے۔ روایات کے مطابق اللہ نے مٹی سے انسان کا مجسمہ بنایا اس میں اپنی روح پھونکی اور پھر فرشتوں سے کہا کہ اسے سجدہ کریں۔ تمام **ملائکہ** سجدے سے گر گئے مگر ابلیس نے سجدے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کے باعث وہ مردود ٹھہرا اور فرشتوں کی محفل سے راندہ درگاہ قرار دے کر بیک بنی و دوگوش (دھکے دے کر) نکال دیا گیا تاہم اس نے جاتے جاتے کہا کہ "میں تیرے اس شاہکار کو' شش جہت سے حملہ کر کے تباہ کر دوں گا مجھے صرف قیامت تک زندگی مرحمت کی جائے۔ خدا کی طرف سے اسے اجازت دے دی گئی وہ قیامت تک جو چاہے کرے اللہ کے نیک بندے اس کے اثر میں نہیں آئیں گے۔ کہا اگر کوئی تجھ سے متاثر ہو گا تو وہ سیدھے جہنم میں جائے گا۔ یہ قصہ ہم نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ محراب و منبر سے اس قصے کو بڑے مزے لے لے

کر سنایا جاتا ہے اور تصور کر لیا جاتا ہے کہ بیان کرنے والا نیک بندہ ہے اور ابلیس کے پھندے سے آزاد ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

مندرجہ بالا قصہ کی رنگینوں سے قطع نظر اگر حقائق کی دنیا میں آئیں اور قرآن کی روشنی میں تجزیہ کریں تو جو تصویر ابھرتی ہے وہ اس قصہ سے قطعاً" مختلف ہے۔ زمین جس پر ہم بستے ہیں سورج سے ایک آتشیں گولے کی صورت میں الگ ہوئی۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ سائنسدانوں کے مطابق ایک حادثہ تھا لیکن قرآن کے مطابق یہ اور اس کے بعد آنے والے "حادثات" اللہ تعالیٰ (جو خالق کائنات ہے) کے پلان کے مطابق وقوع پذیر ہوتے رہے۔ یہ آتشیں گولہ کروڑوں برس تک گوناگوں حوادث سے گزرتا رہا۔ زلزلوں، گیسوں، بارشوں اور خدا جانے کون کون سے عوامل سے اس کی اصلاح ہوتی رہی۔ جب سمندر اور زمین کی بلند سطح (خشکی) پر تپش کم ہوئی تو اولیں جرثومہ کی نمود ہوئی۔ یہ اولین جرثومہ دو حصوں میں تقسیم ہوا تو زندگی نے پہلی کروٹ لی۔ زندگی کی ابتداء پانی سے ہوئی۔ جس سے سوکھ کر بجنے والی مٹی کی آمیزش سے زندگی کا وجود عمل میں آیا۔ پھر پانی کی مخلوقات پھیلیں جنہوں نے خشکی کا رخ کیا تو اللہ کے پلان کے مطابق رینگنے والے جانور، پرندے، چرندے اور درندے پیدا ہوتے رہے یہاں تک کہ نوبت انسان تک پہنچی۔ لاکھوں برس یہ انسان بھی جانوروں کیطرح درختوں پر اور غاروں میں قیام پذیر رہا اور اس کی تقویم بہتر ہوتی رہی تا آنکہ اللہ نے مطمئن ہو کر اس میں روح پھونکی یعنی اسے فواد عطا کیا گیا۔ یہی وہ مقام ہے جب تمام مخلوقات اور **ملائکہ** کو زبان حال سے کہا گیا کہ وہ انسان کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں۔ اور وہ مطیع ہو گئے لیکن اس صورت میں کہ جوں جوں انسان آگے بڑھے گا ان پر اپنی استطاعت کے مطابق قابو پاتا جائے گا۔ چنانچہ انسان نے آگ کو ایجاد (Discover) کیا اور پھر اس کی ایجادات (Discoveries) بڑھتی چلی گئیں۔ شدہ شدہ آج وہ چاند پر جھنڈے گاڑ آیا ہے اور مریخ پر کمند ڈالنے کی فکر میں ہے۔

خارجی کائنات کے علاوہ اس کی ایک داخلی کائنات بھی ہے۔ میڈیکل نکتہ نظر سے تو اس کا جسم دوسرے جانداروں سے زیادہ مختلف نہیں لیکن اس کے اندر عقل و دانش کی ایک بالکل الگ دنیا بھی آباد ہے جس میں اس کے جذبات، خواہشات، اور شعوری، لاشعوری، اور تحت الشعوری کیفیات کار فرما ہیں۔ یہ کیفیات اس کی اپنی ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتی ہیں اور اکثر اوقات غلط اقدامات پر بھی اکساتی ہیں ان پر قابو پانا بہرحال بڑے دل گردے کا کام ہے اگر خارج سے مناسب تربیت و ہدایات نہ ملیں تو یہ باگ توڑ کر من چاہے اطراف میں جا نکلتی ہیں جن کی وجہ سے انسان عموماً" نقصان اٹھاتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہوتی ہے کہ ان طاقتور ترین منہ زور گھوڑوں کو لگام دے کر رکھا جائے۔ ان بے پناہ طاقت کی حامل تخریب کار قوتوں کو اگر ابلیس کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ یہ معاشرتی پابندیوں سے بیزار اور مایوس ہو کر غلط راہوں کا انتخاب کرتی ہیں۔ چونکہ یہ ہر انسان میں موجود ہوتی ہیں اس لئے اسی قسم کے نظریات رکھنے والے متحد ہو کر انسانیت کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ آپ نے

اندازہ کر لیا ہو گا کہ ابلیس کہاں بستا ہے اور کام کیا کرتا ہے۔ یہ قوتیں جب منصوبہ بناتی ہیں اس وقت انسان میں ابلیس کارفرما ہوتا ہے لیکن جب تخریبی منصوبہ پر عمل کرتی ہیں تو پھر وہ شیطان کا روپ اختیار کر لیتی ہیں۔ لفظ ابلیس کا مادہ ب۔ل۔س بلس ہے جس کے بنیادی معانی مایوسی اور ناامیدی کے ہوتے ہیں اس طرح ابلیس بن کر انسان خدا کی عائد کردہ پابندیوں سے مایوس و بیزار ہوتا ہے اور شیطان اس مایوسی کو تخریبی راستوں کی طرف لے جاتا ہے۔ گویا ابلیس اور شیطان ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں چنانچہ یہ تھی وہ قوت (اسے فرشتہ بلکہ فرشتوں کا استاد بھی کہا جاتا ہے لیکن یہ سب قصے کہانیاں ہیں) جس نے انسان کا مطیع ہونے سے انکار کر دیا اور راندہ درگاہ ٹھہری کہ اس نے انسان کے حضور سجدہ نہ کیا لیکن یہ قوت بھی آخر خدا کی تخلیق کردہ ہے۔ اس کی تخریب میں بھی تعمیر کی ایک صورت پنہاں ہے۔ اس طرح ایک تو انسان برائی کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے دوسرے اس کا تجسس اسے مختلف جہتوں میں لے جاتا ہے اور سامنے آنے والی منہ زور تخریبی قوتوں پر قابو پانے کی کوششیں کرتا ہے اور ان کوششوں سے کچھ تعمیری نتائج بھی حاصل کر لیتا ہے۔ اقبال نے اسی کیفیت کو دیکھ کر شوخی کی تھی کہ۔

اسے روز اول انکار کی جرات ہوئی کیونکہ
مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا

ابلیس اور شیطان نے تو انسان کو سجدہ نہ کیا لیکن باقی تمام مخلوق اس کی مطیع ہو گیں' چنانچہ جانوروں میں ہاتھی' گھوڑے' گدھے' نباتات میں فصلیں' جڑی بوٹیاں' پھل' جمادات میں پتھر' اینٹیں' مٹی وغیرہ آسمانوں میں' چاند' سورج' ستارے سب اس کی مطیع ہیں۔ اس کے کام آ رہے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ لیکن گھوڑے پر سواری کرنے کے لئے اس کو سدھانے' لگام ڈالنے اور اس سے بھی زیادہ اس پر سواری کرنے کا فن آنا ضروری ہے۔ یونہی کسی گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کریں گے تو ممکن ہے اس کی دولتی کی شدت آپ کو نئے دانتوں کا سیٹ لگوانے پر مجبور کر دے۔ اسی طرح محض سیڑھی لگا کر ستاروں تک پہنچنے کا تصور حماقت سے کم نہیں اس کے لئے بے انتہا قوت کا ہونا ضروری ہے جو زمین کی فضا سے خلا میں لے جائے اور پھر وہاں سانس لینے کے لئے آکسیجن بھی موجود ہو اور واپس آنے کے لئے قوت بھی فراہم کر لی جائے۔ بلاشبہ ہر شے آپ کے سامنے سجدہ ریز ہے لیکن اسے جھکانے کے لئے قوت (سلطان) کی ضرورت ہے ورنہ ممکن ہے خود آپ کو اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑے۔

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی شوق ـ ڈاکٹر محمد فاروق

قرآن اور مذہب

جس طرح کسی مشینری کو صحیح طور پر چلانے اور اسے قابل استعمال رکھنے کے لئے اس کے ساتھ ایک کتابچہ دیا جاتا ہے تاکہ جس مقصد کے لئے وہ مشینری بنائی گئی ہے وہ مقصد بحسن و خوبی پورا ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی تخلیق کے بعد، زندگی کے ارتقائی عمل کو جاری و ساری رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کی وساطت سے ہدایات بھیجیں۔ تورات، زبور، انجیل وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ قرآن حکیم وہ آخری مجموعہ ہدایت ہے جسے حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا۔ قرآن کا نزول اس دور میں ہوا جسے تاریخ کا تاریک دور (Dark Age) کہا جاتا ہے کیونکہ اس دور میں پوری دنیا خصوصاً جزیرہ نمائے عرب جہالت کے مہیب اندھیروں میں گھرا ہوا تھا۔

حضورؐ نے انتھک جدوجہد کے بعد، صحابہ کرامؓ کی معاونت سے، قرآن حکیم کے بے مثال اصولوں پر مبنی ایک فلاحی معاشرہ قائم کیا جو نہ صرف خلفائے راشدین کے دور تک قائم رہا بلکہ زبردست داخلی قوت (MOMENTUM) کے باعث کم و بیش ایک صدی تک چلا۔ جب تک یہ نظام قائم رہا۔ مسلمان ایک امت واحدہ تھے۔ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے تاکہ فرقوں میں بٹ کر منتشر نہ ہو جائیں۔ ان کے دلوں میں اس تنبیہہ کا شدید احساس جاگزیں تھا کہ: "جن لوگوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ اے رسولؐ تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں" ان کا پختہ یقین تھا کہ ان کی قوت کا راز دینی وحدت میں پوشیدہ ہے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ اسی وحدت فکر و عمل کی بدولت وہ معرکہ حق و باطل میں فاتح و کامران ہو کر ابھرے اور اتھاہ تاریکیوں میں روشنی کے مینار قرار پائے تھے اور دوسری اقوام ان کی طرف دیکھ کر اپنا کعبہ درست کر رہی تھیں۔

لیکن یہ ایک دلخراش حقیقت ہے کہ کچھ ہی عرصہ بعد وہ باطل قوتیں جو تاریک غاروں میں چھپ گئی تھیں آہستہ آہستہ کونوں کھدروں سے نکل آئیں اور **الکفر ملتہ واحدہ** کے محاورے کے مطابق نظام اسلامی سے اپنی شکست فاش کا انتقام لینے کے لئے متحد ہو گئیں۔ دور رس نتائج کی حامل سازشوں کے جال بنے جانے لگے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو روم و ایران کے فلسفوں میں الجھایا گیا۔ ذرا ذرا سے اختلافات فروعی پر کفر کے فتوے جاری کئے جانے لگے۔ مخالف فرقوں کے خون مباح کر دئے گے۔ قبائل کی سوئی ہوئی **عصبیتیں** جگائی گئیں اور ہر وہ ذلیل ترین حربہ استعمال کیا گیا جس سے ملت اسلامیہ ٹکڑوں میں بٹ جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب ہامانی طبقہ (پیشوائیت) کے ہاتھوں ہوا جس کی وجہ سے ملت نہ صرف دینی طور پر مفلوج اور ذلیل و خوار ہوئی بلکہ دین حق خود ساختہ مذہب میں تبدیل ہو

گیا۔

قرآن میں تو یہ لوگ ردو بدل نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ مسلمان رسول اکرمؐ کے ساتھ گہری قلبی عقیدت رکھتے ہیں پہلے روائت سازی کا سلسلہ شروع کیا پھر اس خود تراشیدہ رطب و یابس کو حضورؐ سے منسوب کر دیا۔ بعد میں آنے والوں نے ان ضعیف موضوع اور مردود روایات کو حدیث رسول کا نام دے کر کتب کی شکل دیدی۔ عقیدت کے مارے مسلمانوں نے ان کتابوں کو لے کر پہلے چوما پھر سینے سے لگا لیا۔ جب یہ تیر صحیح نشانے پر لگا تو پھر قرآن کی تفسیریں انہیں جھوٹی سچی روایات کے تابع ہونے لگیں۔ یہ امر حیرت ناک ہے کہ متن قرآن اتنا نہیں جتنی ضخیم یہ تفسیریں ہیں۔ فارسی یا اردو میں کوئی تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے حاشیہ پر یا فٹ نوٹس کی شکل میں وہ لایعنی تحریریں قرآن کے ساتھ قرآن کا حصہ بنا دی گئی ہیں جنہیں دیکھ کر عقل روتی ہے اور علم ماتم کرتا ہے۔ یوں اللہ کی نازل کردہ اس کتاب عظیم کو لایعنی رسومات اور وضعی روایات کے شکنجوں میں جکڑ کر اور مہجور بنا کر مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ انہی روایات پر فقہ متفرع ہوتی رہی۔ اگر کسی نے سوچنے کی کوشش کی تو اسے اہل الرائے کہہ کر مطعون کیا گیا۔ یہ وہی فقہ ہے جو آگے چل فرقوں کی بنیاد بنی اور آج تک ہمارے کندھوں پر پیر تسمہ کی طرح سوار ہے۔ آگے بڑھئے تو یہی وہ روایات ہیں جن میں تصوف کا پیوند لگایا گیا اور قدم قدم پر اسلامی تعلیم کے علی الرغم خانقاہیں وجود میں آئیں۔ "اولیائے کرامؒ" کا سیلاب اٹھا جن کی خواب آور تعلیمات نے مسلمانوں کو عمل سے بیگانہ کر دیا۔ ذرا سا اور آگے بڑھئے تو انہیں روایات کو بنیاد بنا کر مھدیوں' مجددوں بلکہ نبیوں کا سلسلہ چل نکلا اور آگے خدا جانے کیا کیا کچھ ہو گا۔

سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

ان سازشوں کا اصل نشانہ قرآن تھا۔ روایات پر تو وضعی ہونے کا جرم عاید کر کے کوئی بھی اسے ناقابل اعتناء قرار دے سکتا تھا اس لئے زیادہ زور اس پر دیا گیا کہ قرآن کی عظیم ترین اصطلاحات کے معانی کو بدل دیا جائے چنانچہ الصلوۃ کے بے مثل ادارہ کو جو پورے نظام قرآنی کی بنیاد تھا چند بے روح سجدوں تک محدود کر کے اس کا نام "نماز" رکھ دیا جو فارسی لفظ ہے اور پارسیوں کے ہاں پوجا کے لئے بولا جاتا ہے۔ صوم جو اپنے اندر تقوی کا مکمل تصور رکھتا تھا اور ماہ رمضان کے ریفریشر کورس کے علاوہ سال بھر کے تمام تر اعمال پر حاوی تھا' روزہ کہہ کر صرف بھوکا رہنے کے عمل تک محدود کر دیا گیا۔ یہ بھی فارسی لفظ ہے اور اس کے معانی ہیں ایک دن کے لئے۔ ہمارے ہاں اس کی جمع روزے کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا لفظ خدا سے بدل دیا گیا جس کے ہم معنی لفظ GOD ہے یہ لفظ ایرانی' یزداں اور ہرمن دونوں کے لئے بولتے تھے اور اہل مغرب میں یہ دیوتا کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی جمع GODS ہے اور مونث GODESS ہے اس لفظ کو تمام دیوی دیوتاؤں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس طرح اور بھی کئی الفاظ ہیں جن سے قرآنی روح الگ ہو چکی ہے اور مسلمان پوجا پارٹ کے چکر میں لاشعوری طور پر گرفتار ہو چکا ہے اور

یہی وجہ ہے کہ اس میں قوت عمل مفقود ہو چکی ہے۔ آج کی نماز نہ برائیوں سے روکتی ہے نہ روزہ تقویٰ کا باعث بنتا ہے نہ حج بین المللی معاونت کی طرف لے جاتا ہے اور نہ زکوٰۃ اڑھائی فیصد سے کوئی تعمیری کام ہو رہا ہے۔۔ بلا شبہ نماز میں محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں لیکن جونہی وہ مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو محمود بادشاہ ہوتا ہے اور ایاز صرف غلام۔ قرآن کی اصطلاحات کے معانی تبدیل ہونے سے مسلمان قرآن سے دور چلا گیا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے معاشرے میں خوف و حزن نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چوری، ڈاکے، رشوت اور قتل و غارت جیسی بیماریوں کا شکار ہو چکا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

سحر کا ایک ہی مفہوم ہے طلوع سحر
مجھے فریب نہ دیں روشنی کی تفسیریں

ہم اوپر ان بنیادی عوامل کا ذکر کر آئے ہیں، جن کی وجہ سے قرآن سے دوری واقعہ ہوتی چلی گئی اس کا ضمنی اور اہم ترین نتیجہ یہ بھی ہوا کہ دین کی گاڑی خلافت کی پٹڑی سے ملوکیت کی پٹڑی پر جا پڑی۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ کا بدترین سانحہ تھا۔ ملوکیت کو پروان چڑھنے کے لئے دو معاونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اول مذہبی پیشوائیت اور دوم سرمایہ دار طبقہ۔ ان دو طبقوں کی معاونت نے، ملوکیت کی حمایت کر کے، مسلمانوں کی اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اختلاف امتی رحمتہ کی نام نہاد حدیث نے شیعہ، سنی، مالکی، حنبلی، شافعی (عموماً) اور برصغیر میں (خصوصاً) دیوبندی، بریلوی، اہل سنت، اہل حدیث اور نہ جانے کن کن فرقوں کو جنم دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ سیاسی اکھاڑے میں (صرف پاکستان میں) مسلم لیگ (کے دو بلکہ تین دھڑے) پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، جمیعت علمائے اسلام، جمیعت علمائے پاکستان انصاف پارٹی۔ تحریک استقلال وغیرہ وغیرہ کا وجود عمل میں آیا۔ آج کا مسلمان سر بگریبان ہے کہ اس کے زوال کی وجہ کیا ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ وہ زوال کی مذکورہ بالا وجوہ کا ادراک بھی رکھتا ہے لیکن اس کے ہاتھوں اور پیروں میں مذہب کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں نے اسے اسی طرح مجبور کر رکھا ہے جیسے "علمائے کرام" نے قرآن کو مہجور کر دیا ہے۔

سبب کچھ اور ہے اس کا کہ جس کو تو سمجھتا ہے
زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں
اقبالؒ

حضرت موسیٰؑ نے جب حضرت ہارونؑ سے سختی سے باز پرس کی کہ انہوں نے گئو سالہ پرستی سے مومنین کو روکا کیوں نہیں تو حضرت ہارونؑ نے جواب دیا "صرف اسلئے کہ قوم فرقوں میں نہ بٹ جائے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں تفرقہ شرک سے بڑھ کر سنگین جرم ہے۔

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا

یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
اقبالؒ

یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ ہر نئی بننے والی مسجد کسی نہ کسی فرقے کا پلیٹ فارم بنتی ہے کیونکہ جب تک اس کے کرتا دھرتا کسی فرقے سے متعلق نہ ہو جائیں ان کی دکان چل ہی نہیں سکتی۔ سیاسی دوکانداری کی مشکل اس سے بھی سوا ہے۔ ہر سیاستدان چاہتا ہے کہ اس کو کسی پارٹی کے سہارے کھیل کھیلنے کا موقع مل سکے۔ اگر اسے کوئی پارٹی قبول نہیں کرتی یا اس کے حسب خواہش مراعات نہیں دیتی تو وہ ایک نئی پارٹی کی بنیاد ڈال لیتا ہے یا آزاد امیدوار کے طور پر آگے بڑھتا ہے۔ اگر اس دوران اسے اس کی مناسب قیمت مل جائے تو وہ خریدنے والے کی حمایت میں دست بردار ہو جاتا ہے۔ وہ جو عظیم اصول اور آدرش لے کر اٹھتا ہے وہ سب دھرے رہ جاتے ہیں۔ قرآن سے دوری اور فرقہ آرائی کا شجر یہی پھل دے سکتا تھا اور جب تک قرآن سے رہنمائی حاصل کر کے اس پر عمل نہ کیا جائے گا تا قیامت یہی کچھ ہوتا رہے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو گا کہ قرآن کی صرف اصطلاحات ہی نہیں بدلی گئیں اس کا مصرف بھی بدل گیا ہے۔ اس کی آیات کو بیماری اور جنات سے نجات کے لئے تعویذ بنا کر گلے میں لٹکایا جاتا ہے۔ پانی میں گھول کر پیا جاتا ہے۔ اس کی جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ مرحومین کو ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کی مجالس سجائی جاتی ہیں۔ عالم نزع میں مرنے والے کو سنایا جاتا ہے کہ موت جلد آ جائے اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بہ بند صوفی و ملا اسیری
حیات از حکمت قرآن نگری
بایاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

متذکرہ بالا صورت حال میں بلا شبہ مایوسی اور نا امیدی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن امید کی ایک کرن بہرحال موجود ہے۔ پیشوائیت کی ہزار کوششوں کے باوجود کہ قرآن صفحہ ہستی سے مٹ جائے یہ کتاب اب بھی باقی ہے۔ اور روز آخر تک باقی رہے گی۔ اقبال نے کہا تھا:

نا امید استم زیاران قدیم
طور من سوزد کہ مے آید کلیم

وہ کلیم ہم میں ہو گا یا وہ کسی اور قوم سے نکل کر آئے گا' قرآن اس کی رہنمائی کے لئے موجود ہو گا۔ کاش وہ کلیم ہم میں سے ہو کہ ہم اس کے پیچھے پیچھے صراط مستقیم پر چلیں۔ تبکدہ دماغ کو تمام غیر قرآنی عقائد و نظریات کی آلائشوں سے پاک کر کے " لا " کی منزل سے گزرتے ہوئے اللہ کی جنت نظیر وادی میں داخل ہونے کی توفیق پا جائیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں رہیں۔ آنے والی نسل کو نشان منزل دے جائیں پھر جب بھی قرآن پر مبنی معاشرہ برپا ہو گا۔ ہماری روحیں جس حال میں ہوں گی۔ مسرت و انبساط سے سرشار ہو جائیں گی۔

یا رب ایں آرزوئے من چہ خوش است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

پچاس سالہ جشن

پاکستان کو وجود میں آئے پچاس سال ہو چکے ہیں۔ اس سال ہم پچاس سالہ جشن منانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس جشن کو جشن آزادی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس دن ہم نے قائد اعظمؒ کی قیادت میں یہ خطہ زمین حاصل کیا تھا۔ یہ وہ قائد تھے جنہوں نے صدیوں سے لامرکزیت کی شکار قوم میں' اپنے کردار کی پختگی سے' وحدت فکر و عمل پیدا کی اور مسلمانوں کو دنیا میں پانچویں بڑی مملکت دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔

تشکیل پاکستان کے بعد قائد اعظمؒ کے پیش نظر پہلا اور اہم کام اس سرزمین کا تحفظ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تمام تر توجہات استحکام پاکستان پر مرکوز کر دیں اور نقاہت اور بیماری کے باوجود ملک کی تنظیم نو کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ وہ ایک عرصہ سے بیمار تھے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ یہ راز ان کی وفات کے بعد کھلا۔ موت بہرحال ایک طبعی امر ہے قائد اعظمؒ وفات پا گئے۔ اکابرین مسلم لیگ' جن کے کندھوں پر تعمیر پاکستان کی ذمہ داری تھی' غلط پٹڑی پر چل نکلے اور ملک میں افراتفری کا دور شروع ہو گیا۔ جو آج تک جاری ہے۔ وہ مقصد جس کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے ملک میں ہر طرف غربت' جہالت' لاقانونیت اور دہشت گردی کا دور دورہ ہے اور قوم جشن آزادی منا رہی ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! آج کا دن جشن منانے کا دن نہیں۔ اپنے احتساب کا دن ہے۔ ہم نے خطہ زمین تو حاصل کر لیا لیکن پچاس سال گزر جانے کے باوجود ہم آزادی حاصل نہ کر سکے۔ پہلے ہم انگریزوں کے محکوم تھے۔ اب ہم سرمایہ داروں کے محکوم ہیں' زمینداروں اور جاگیرداروں کے محکوم ہیں' مذہبی پیشوائیت کے محکوم ہیں۔

غیر مسلموں کے نزدیک آزادی کا مفہوم اس قدر ہے کہ غیر قوم کو ملک سے نکال کر' اس کی جگہ اپنے ملک اور قوم کی حکومت قائم کی جائے لیکن قرآنی تصور کے مطابق انسانوں کی حکومت خواہ وہ اپنی قوم کے ہوں یا دوسری قوم کے بہرحال غلامی ہے۔ اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محکوم ہو تو وہ آزاد نہیں ہو سکتا۔ آزادی ہر انسان کا حق ہے۔ ہر انسان کو آزاد پیدا کیا گیا ہے اور ہر انسان واجب تکریم ہے۔ تکریم آدمیت اور عزت نفس کے اعتبار سے سب مساوی ہیں لہذا قرآن کریم کے مطابق کسی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں پر حکومت کرے (3:78) یہ حق صرف خدا کو حاصل ہے **ان الحکم الا للہ** ○ (12:40) یہ تصور بھی اتنا ہی غلط ہے کہ خدا اپنے نمائندگان اور مذہبی

پیشواؤں کے ذریعے حکومت قائم کرتا ہے۔ خدا اپنے اختیارات کسی کو **تفویض** نہیں کرتا۔ قائد اعظمؒ نے مسلم کنونشن دھلی منعقدہ 11 اپریل 1946ء میں اعلانیہ فرمادیا تھا کہ " یاد رکھئے ہمارا نصب العین تھاکریسی نہیں۔ ہم تھیاکریٹک اسٹیٹ نہیں بنانا چاہتے " (طلوع اسلام ستمبر 1972ء صفحہ 29) اللہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا (18:26) خدا کی حکومت خدا کی کتاب یعنی قرآن کریم کے ذریعے قائم ہو گی۔ جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہ ہی کافر ہیں (5:44) لہٰذا مسلمانوں کے نزدیک آزادی سے مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ہاں خدا کے قانون کو رائج کریں۔ یہ نہ ہو سکا تو پھر وہ غلام کے غلام ہی رہیں گئے۔ اگر کسی ایک مسیحی ملک میں نظام حکومت ملوکیت ہے اور دوسرے میں جمہوریت تو بھی دونوں ملکوں کے باشندے اس تفاوت کے باوجود مسیحی ہیں کیونکہ وہ مسیحؑ کے کفارہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کلیسا کے قواعد کے مطابق پرستش کرتے ہیں۔ لیکن اسلام میں یہ صورت نہیں ہو گی۔ اگر کسی ملک کے باشندے خدا' **ملائکہ** 'کتب' رسل' آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز و روزے کے پابند ہوں' لیکن وہاں نظام حکومت قرآن کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہاں کے باشندوں کی زندگی کو اسلامی زندگی نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح نظام حکومت اگر قرآن کے مطابق ہے لیکن معاشی نظام اس کے مطابق نہیں تو بھی اس زندگی کو اسلامی نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ دین (انسانی زندگی کی طرح) ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ اسے اختیار کیا جائے گا تو پورے کا پورے اختیار کیا جائے گا۔

قرآنی نظام کی تفاصیل طویل ہیں لیکن اس کا ملخص یہ ہے کہ :

☆ قرآن ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے کہ جس میں ہر انسان محض انسان ہونے کی جہت سے یکساں واجب تکریم و احترام ہو گا(17:70)

☆ دولت کی بنیاد پر طبقاتی تفریق نہیں ہو گی۔ معاشرہ میں مدارج کے تعین کا معیار ذاتی جوہر اور حسن سیرت و کردار ہو گا۔ (46:13)

☆ معاشرہ میں کوئی فرد بھوکا ننگا یا بے گھر نہیں رہے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ ایک شخص قارون کے خزانے کا مالک ہے اور دوسرا روٹی تک کے لئے محتاج۔ قرآنی نظام حیات معاشی ہمواری کا ضامن ہو گا۔ تمام افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی پورا کرنا مملکت کی ذمہ داری ہو گی۔ (11:6 '6:151)

☆ ذمہ داری کا لفظ خاص طور پر قابل غور ہے یعنی یہ نظام یہ کہہ کر فریب نہیں دے سکتا کہ ہم اس کے لئے کوشش کریں گے۔ اسے یہ ذمہ داری قبول کرنا ہو گی۔

☆ معاشرہ کی یہ بھی ذمہ داری ہو گی کہ ہر شخص کی تعلیم و تربیت اور علاج و معالجہ کا تسلی بخش انتظام کرے تاکہ تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی مکمل نشو و نما ہو سکے۔

☆ ذرائع رزق ہر ضرورت مند کے لئے یکساں طور پر کھلے رہیں گے ان پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(5:10 '41:10)

☆ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہو گا کہ ملک کے تمام ذرائع پیداوار کا نظم و نسق اس نظام کے ہاتھوں میں رہے۔ (55:10) یہ ذمہ داری مملکت کی ہو گی کہ

Surplus Money یعنی فاضلہ دولت کسی جگہ بھی جمع نہ ہونے پائے۔(2:219)

☆ اس میں ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق محنت کرے گا (53:39)۔ اس محنت کے ماحصل میں سے صرف اپنی ضروریات کے لئے رکھے گا باقی سب اپنے دل و دماغ کی کامل رضا مندی سے دوسرے ضرورت مندوں کے لئے چھوڑ دے گا (2:219) بلکہ جن کی ضرورت زیادہ ہو انہیں اپنے آپ پر ترجیح دے گا (59:9) وہ ایسا عمر بھر کرتا چلا جائے گا (3:10) کیونکہ دنیا کے وسائل رزق ہوں یا انسانی صلاحیتیں ان میں سے کوئی چیز بھی انسان کی اپنی نہیں۔ یہ سب خدا کی عطا کردہ ہیں۔ (16:53)

☆ اس کے لئے قرآن مجید جذبہ محرکہ یہ بتاتا ہے کہ انسانی ذات کی نشو نما ہر اس شے سے ہوتی ہے جس سے وہ فرد کسی دوسرے فرد کی نشوونما کے لئے دیتا ہے۔ اس سے اس کی ذات حیات جاوید حاصل کرلیتی ہے جس کی اگر نشوونما ہو جائے تو وہ مرنے کے بعد زندگی کے اگلے مراحل طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ یہ اس کے ایمان کا تقاضا ہو گا۔ وہ نہ کسی سے ستائش کا متمنی ہو گا نہ صلہ کا امیدوار۔

☆ اس میں مملکت کی قوت اس خطہ زمین کی حفاظت کے لئے ہو گی یہ قوت افراد معاشرہ کی آزادی سلب کرنے کے لئے نہیں ہو گی۔

☆ انسان اور مسلمان ہونے کی جہت سے جو پوزیشن مرد کی ہو گی وہی عورت کی ہو گی۔

☆ اس میں کسی شخص کو دوسروں پر حکومت کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ (3:78) اور فرماں روائی صرف قوانین خداوندی (قرآن) کی ہو گی۔ (5:44)

یہ ہے وہ نظام جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو انسانیت کو متعدد فرعونوں سے نجات دلاتا ہے۔

پاکستان ایک متاع گراں بہا تھی جو ہمیں فطرت کی طرف سے بطور نعمت ملی۔ یہ خطہ زمین ایک تخلیق نو تھا جو صاف اور سادہ سلیٹ لے کر وجود میں آیا تھا۔ اس سے توقع کی جا سکتی تھی کہ یہ اپنے یہاں قرآن کے نظام ربوبیت کو رائج کرلے گا لیکن ہماری بد قسمتی کہ صاحبان سرمایہ و اقتدار اور ارباب شریعت کی ملی بھگت اور متحدہ کوششوں سے یہ مملکت خداداد پیدائش کے ساتھ ہی نظام سرمایہ داری کے جذام میں مبتلا ہو گئی چنانچہ اس وقت ہمارے معاشرہ کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اسے زندگی کی مستقل اقدار سے کوئی واسطہ ہے نہ اصول حیات سے کوئی تعلق۔ اس کے سامنے نہ نصب العین ہے اور نہ اجتماعی مقصد زندگی۔ آبادی کا ایک مختصر طبقہ لوٹنے میں مست ہے اور باقی کثیر تعداد زندگی کی ابتدائی ضروریات تک کے لئے محتاج۔

نو آزاد شدہ ممالک کے لئے مصیبت یہ ہوتی ہے کہ غالب قوم طبعی طور پر تو ملک سے چلی جاتی ہے لیکن اپنے اثرات پیچھے چھوڑ جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اپنی معاشرتی' معاشی اور سیاسی زندگی میں سابق قوم کی غلامی میں ہی رہتا ہے۔ وہ اپنے لئے کوئی دوسری نہج سوچ ہی نہیں سکتا۔ اس مصیبت کو برقرار رکھنے کے لئے غالب اقوام اسے ہر طرح کی مدد دیتی ہیں تاکہ یہ نو آزاد ملک ان کے چنگل سے نکلنے نہ پائے۔ غالب قوم مغلوب ملک کے صدیوں کے استحصال سے اپنے ہاں بے انتہا دولت اکٹھی کر لیتی ہے۔ وہ مغلوب قوم کی عادتیں اس قدر بگاڑتی ہیں کہ یہ قوم

سہل انگاری کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اس قوم کا ان کی مصنوعات کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ اس سے مغلوب قوم کی محنت اور گاڑھے پسینے کی کمائی جو ان کی اپنی ملت کی نشوونما کے لئے ہونی چاہئے تھی مسلسل ان غالب اقوام کی طرف جاتی رہتی ہے جن کو Developed Countries کہا جاتا ہے۔ اس استحصال سے حاصل شدہ دولت سے وہ اپنے ہاں Welfare States رفاہی مملکتیں قائم کر لیتی ہیں اور اس سے اپنے نظام سرمایہ داری کے نقصانات کی کافی حد تک تلافی کا بندوبست کر لیتی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہاں کے لوگ سرمایہ داری نظام کے استحصال کے خلاف احتجاج نہیں کرتے۔ نو آزاد ملک اس چالاکی سے بے خبر رہتے ہیں اور اپنے ہاں وہ ہی سرمایہ دارانہ نظام قائم رکھتے ہیں جس کا نتیجہ عالم گیر بدعنوانی Corruption کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنے آپ پر حیرت ہوتی ہے۔ ہم نے اس مملکت کو حاصل ہی اس لئے کیا تھا کہ اس میں اسلامی نظام زندگی کا نفاذ ہو۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ اسلامی نظام' سرمایہ داری نظام کا سخت دشمن ہے' اپنے ملک میں نظام سرمایہ داری نافذ کر دیا۔ اس ضمن میں " اقوام غالب " مذہبی جماعتوں کی مدد سے " مذہب " کے نام پر پراپیگنڈہ کروا رہی ہیں کہ نظام سرمایہ داری عین اسلامی ہے۔ مذہبی پیشوائیت کی طرف سے لفظوں کا ہیرپھیر کر لینے سے جو کچھ اسلامی نظام کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے' وہ دراصل نظام سرمایہ داری ہے۔ شور مچ رہا ہے کہ سود کو ختم کرو لیکن تجویز کرتے ہیں نظام سرمایہ داری۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب نظام سرمایہ داری قائم رہے گا تو سود کیسے ختم ہو گا؟ نظام سرمایہ داری کی بنیاد سود پر ہے۔ اس طرح قوم کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ سود صرف اور صرف قرآن کا معاشی نظام قائم کرنے سے ہی ختم ہو سکتا ہے۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نے صاحبان اقتدار اور مذہبی پیشوائیت کی ملی بھگت سے مفاد پرستی کی ہوس کی تسکین کے لئے اس نعمت کی سخت ناقدری کی اور اپنی ملت کے کاروان کو تباہی و بربادی کے جہنم میں جھونک دیا۔ ہم اپنے پیش روں کو کوستے رہتے ہیں کہ انہوں نے فلاں غلطی کی۔ ان کا فلاں فیصلہ صحیح نہیں تھا۔ اپنی تباہی و بربادی کے لئے ان لوگوں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہمارے پہلوں نے جو کچھ کیا ہم ان کے کئے کی پاداش میں گل سڑ رہے ہیں۔ قرآن مجید کے مطابق یہ عذر تراشیاں بے بنیاد ہیں کیونکہ اگر پہلوں نے کوئی غلطی کی تھی تو یہ درست کیوں نہیں کرتے ؟ جانتے بوجھتے اس غلط معاشرہ کو کیوں قائم رکھے ہوئے ہیں (دیکھئے سورہ نمبر 7 آیت نمبر 39۔38)

قرآن کریم نے سورہ ابراہیم آیت 30۔28 میں ہمارے معاشرے کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا" کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جنہیں اللہ نے اس قدر نوازا لیکن انہوں نے قدر نہ کی۔ جس کے ہاتھ جو کچھ آیا دبا کر بیٹھ گیا اور اس طرح **و احلو قومھم دارالبوار** ○ انہوں نے اپنی قوم کے کاروان کو تباہی و بربادی کی منزل میں اتار یعنی جہنم میں۔ **یصلو نھا** اور خود بھی اسی جہنم میں جا پہنچے **وبئس القرار** اور کیسا برا ٹھکانہ ہے۔ اس کے بعد کہا کہ **وجعلوا للہ انداد" الیضلو اعن سبیلہ** ○ انہوں نے کہا یہ نام تو لیتے رہے قوانین خداوندی کا لیکن اس کے ہم پایہ ٹھہراتے رہے غیر خداوندی قوانین کو تاکہ اس

کہتا ہے کہ تم ان لوگوں سے کہدو کہ تم نے بھی ایسی ہی روش اختیار کر رکھی ہے۔ سو اس سے تھوڑے دن تک فائدے حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تمہارے لئے بھی تباہی و بربادی ہے۔

اس وقت پاکستان میں جو خلفشار نمودار ہو چکا ہے وہ کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ عوام چیخ رہے ہیں کہ حکومت ان کی شکایت کے ازالے کے لئے کچھ نہیں کرتی۔ حکومت نالاں ہے کہ قوم میں نظم و ضبط اور قانون کے احترام کا جذبہ نہیں جس کی وجہ سے تدابیر نتیجہ خیز نہیں ہو پاتیں۔ دونوں ایک دوسرے کے شاکی ہیں' جس سے ان میں روز بروز بعد ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس وقت تین طبقے ہیں جن کے متعلق سوچ بچار سے کام لیا جائے تو صورت حالات بہتر ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں ایک طبقہ کھاتے پیتے لوگوں کا ہے۔ وہ قوم کے لیڈر کہلاتے ہیں۔ ان کے پاس فرصت کا وقت بھی ہوتا ہے ان کا مقصد اگر قوم کی خدمت' غریبوں کی بہبود اور مرفع الحالی ہو تو ان کے لئے مواقع کم نہیں لیکن یہ لیڈری کے اس انداز سے قطعاً" ناآشنا ہیں۔ یہ فقط ہنگامہ پروری کو لیڈری سمجھتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان کے سامنے کوئی تعمیری پروگرام رکھا ہی نہیں گیا۔ ان لیڈروں کو طوعا" و کرہا" مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کے سامنے اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے مسائل لے کر قوم میں ہنگامہ خیزیوں کے سامان پیدا کرتے رہیں اور اس طرح " زندہ باد " کے نفس پرور نعروں سے اپنی قیادت کی ہوس کی تسکین کا سامان فراہم کرتے رہیں۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ قوم کی بگڑی حالت کو سنوارنے کے لئے مختلف شعبوں میں تعمیری پروگرام شروع کئے جائیں اور انہیں ان کاموں میں اتنا مصروف رکھا جائے کہ انہیں سرکھجانے کی فرصت نہ مل سکے۔

قوم میں موجودہ خلفشار کا دوسرا باعث مولوی صاحبان ہیں۔ ان حضرات کی تعلیم اس نہج کی ہوتی ہے کہ یہ اپنی روٹی کما سکنے کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ نہ کوئی ہنر جانتے ہیں نہ کوئی فن۔ ان کے معاش کا ذریعہ مسجدوں کی امامت اور اوپر کے طبقوں میں دینی مدارس کی معلمی۔ جتنی مساجد یا مکتب ہوتے ہیں وہ پہلے سے آباد ہوتے ہیں۔ نئے لوگوں کے لئے ان میں مزید کھپت کی گنجائش نہیں ہوتی للذا اس بے کار لشکر کے لئے معاش کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی۔ وہ جس طریق سے اپنے معاش کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اس سے لازماً" خلفشار پیدا ہوتا ہے۔ سکون تو پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

قوم کے خلفشار کا تیسرا سبب عوام کی موجودہ معاشی حالت ہے۔ جو انسان روٹی کی مشکل میں ہو وہ اعلیٰ اقدار کی اہمیتوں کے متعلق وعظ سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ پاکستان کا عام طبقہ جن معاشی مشکلات میں گھرا ہوا ہے وہ سب پر روشن ہے۔ نہ کھانے کو روٹی ہے نہ پہننے کو کپڑا۔ نہ رہنے کو مکان نہ بال بچوں کے لئے کوئی آسرا۔ معاشرہ میں ہر فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں۔ اس کی مصیبت تنہا اس کی مصیبت ہے اس کا کوئی غمزار اور کوئی یارومددگار نہیں۔ اس کا کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ ایسے شخص کے لئے پناہ کا سامان بہم پہنچانا معاشرہ کا کام ہے لیکن حکومت کے پاس وسائل کی کمی ہے۔ ہمارے ملک میں Welfare State کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور سرمایہ دارانہ نظام میں غریب اور نادار

لوگوں کی نگہداشت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ کام تو وہ معاشرہ کر سکتا ہے جو خدا کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے قائم ہوا ہو۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پاکستان حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں قرآنی نظام قائم ہو جائے تو پھر ایسا کیوں ہوا کہ قائد اعظمؒ کی وفات کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں مسلم لیگی لیڈروں نے جو قائد اعظمؒ کے ساتھ رہے تھے، اپنا انداز بدل لیا۔ اس سوال کے جواب کے لئے مسلم لیگ کے پس منظر کی طرف جانا پڑے گا۔ یہ بھی ایک عجیب داستان ہے۔

مسلم لیگ کا وجود 1907ء سے تھا لیکن اسے تحریک کی شکل قائد اعظمؒ نے 36-1935ء میں دی۔ اس وقت مسلمانوں کا بیشتر طبقہ مسلم لیگ کے ساتھ تھا۔ حریت پسند طبقہ جو کانگریسی تھے وہ بھی قائد اعظمؒ کے ساتھ تھے۔ مولانا ظفر احمد خان صاحب کی اتحاد ملت پارٹی بھی مسلم لیگ کے ساتھ تھی۔ الیکشن کے لئے جو پارلیمانی نیشنلسٹ علماء بمع مولانا حسین احمد مدنی، مولانا کفایت اللہ، جمیعت العلماء ہند (دیو بند) حریت پسند احرار سب قائد اعظمؒ کے ساتھ تھے۔ 1936ء میں الیکشن کا موقعہ آیا تو اس کے لئے پروپیگنڈا کی ضرورت تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا کفایت اللہ سے بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس کام کے لئے کم از کم پچاس ہزار روپے کی ضرورت ہو گی۔ ان کو جب بتایا گیا کہ مسلم لیگ کے پاس فنڈز نہیں ہیں تو وہ لوگ یہاں سے اٹھ کر کانگریس میں چلے گئے۔ وہاں جا کر کہا کہ کانگریس کی تحریک اسلام کے عین مطابق ہے اور مسلم لیگ غیر اسلامی تحریک ہے۔ اس کے بعد افواہ پھیلی کہ بمبئی کے سیٹھوں نے ایک لاکھ روپے الیکشن کے خرچ کے لئے دیئے ہیں۔ احرار جو انگریز کے دشمن مانے جاتے تھے انہوں نے کہا کہ یہ رقم ملنی چاہیے ان کو بتایا گیا کہ یہ محض افواہ ہے لیکن وہ نہیں مانے۔ وہ بھی مسلم لیگ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مسلم لیگ نے ابتدائی اخراجات کے لئے امیدواروں سے پانچ پانچ سو روپے مانگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتحاد پارٹی والے جن کے لیڈر مولوی ظفر علی تھے وہ بھی الگ ہو گئے۔ سکندر حیات جو لیگ کے اندر تھے وہ بھی چلے گئے اور **یونینسٹ** پارٹی سے جا ملے۔ پنجاب میں برسراقتدار پارٹی **یونینسٹ** پارٹی تھی۔ (سر سکندر حیات کی پارٹی) ان کے پاس بے شمار فنڈز، وزارتیں اور عمارتیں تھیں۔ الیکشن کے بعد راجہ غضنفر علی بھی جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے منسٹر بننے کے لئے **یونینسٹ** پارٹی کے پاس چلے گئے کیونکہ لیگ تو چند ہی سیٹیں حاصل کر سکی تھی۔ فضل حق شیر بنگال اور حسین امام بہار والے الیکشن اشو پر مسلم لیگ سے علیحدہ ہو گئے۔ میاں امیرالدین نے بھی، جو پرانے مسلم لیگی شمار کئے جاتے تھے **یونینسٹ** پارٹی کی ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ نوابزادہ لیاقت علی خان جو مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے وہ بھی نیشنل ایگریکلچر پارٹی کی ٹکٹ پر الیکشن لڑے۔ انگریز پرست زمیندار اور جاگیردار آزادی کی جدوجہد میں شامل ہی نہیں تھے۔ ادھر پاکستان حاصل کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا تھا کہ مسلمانوں کی واحد جماعت مسلم لیگ ہے جس کے لیڈر قائد اعظمؒ ہیں۔ یہ تھی مجبوری قائد اعظمؒ کی جو انہیں کھوٹے سکے بھی اپنی جیب میں ڈالنے پڑے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ عوام الناس نے قائد اعظمؒ کا ساتھ دینا شروع کر دیا ہے تو یہ لوگ بھی مسلم لیگ کی طرف پلٹے۔ اب زمیندار اور جاگیردار حضرات بھی مسلم لیگ کا ساتھ دینے لگے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ قائد اعظمؒ کا

ساتھ دینے سے نکل جانے کا خطرہ نہیں۔ بعد میں یہی لوگ لیگ کے لیڈر بنے۔ ان میں قابلیت کی کمی تھی اور کریکٹر کی بھی کمزوری تھی۔ یہ حالات کی مجبوری تھی کہ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل کرنا پڑا تاکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کہلا سکے۔ نتیجہ یہ کہ مسلم لیگ جو 1936ء کے الیکشن میں صرف چند سیٹیں حاصل کر سکی تھی، 1946ء کے الیکشن میں Sweep کر گئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہی لوگ پڑھے لکھے تھے اور یہی لوگ لیڈروں کی حیثیت سے سامنے آئے۔ ملک میں امن رہتا تو ان کی سیرت و کردار کی کمزوری کا ازالہ ہو جاتا مگر ایسا نہ ہو سکا۔ قائداعظمؒ بھی ان حضرات کو تنبیہہ کرتے رہے۔ مثلاً 1943ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا خاص اجلاس منعقد ہوا۔ اس کے صدارتی خطاب میں قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"اس مقام پر میں زمینداروں اور سرمایہ داروں کو بھی متنبہ کرنا چاہتا ہوں وہ ایک ایسے فتنہ انگیز ابلیسی نظام کی رو سے جو ہر انسان کو ایسا بدمست کر دیتا ہے کہ وہ کسی معقول بات کے سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، عوام کی گاڑھے پسینے کی کمائی پر رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ عوام کی محنت کو غصب کر لینے کا جذبہ رکھتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لاکھوں خدا کے بندے ہیں جنہیں ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی۔ کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصود ہے؟ اگر پاکستان سے یہی مقصود ہے؟ تو میں ایسے پاکستان سے باز آیا۔ اگر ان سرمایہ داروں کے دماغ میں ہوش کی ذرا سی بھی رمق باقی ہے تو انہیں زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ چلنا ہو گا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ان کا خدا حافظ ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔"

ہندوستان میں انگریزوں نے قوانین کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پبلک لاز اور شخصی قوانین۔ پبلک قوانین یعنی حکومت سے متعلق قوانین تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھے اور شخصی قوانین مذہبی پیشوائیت کے حوالے کر دیئے اور یوں مذہبی دنیا میں تھیاکریسی (Theocracy) مذہبی پیشوائیت کی حکومت قائم کر دی گئی۔ قرآنی مملکت میں مذہبی پیشوائیت کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے قائداعظمؒ نے اعلان فرما دیا تھا کہ پاکستان تھیاکریٹک سٹیٹ نہیں بنے گی۔

مذہبی پیشوائیت کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ چنانچہ ان کی بہت بڑی تعداد پاکستان کی مخالفت پر اتر آئی۔ مگر شوئی قسمت کہ جب ان کی مخالفت کے باوجود پاکستان بن گیا تو یہ سب کے سب پاکستان میں آ گئے اور آتے ہی مطالبہ کر دیا کہ پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر بنا ہے اس لئے یہاں اسلامی قوانین نافذ کرو ورنہ ملک کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں دو جو اسلام کو جانتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علماء کے علاوہ اور کون ہے جو اسلام سے واقفیت رکھتا ہے۔ ادھر تشکیل پاکستان کے بعد جتنی حکومتیں آئیں ہر ایک کی پالیسی مذہبی پیشوائیت سے متعلق مصالحانہ اور مغلوبانہ رہی جس کی وجہ سے ان کی قوت بڑھتی گئی۔ عام پراپیگنڈہ جاری رہا کہ یہاں ارباب حکومت بدنیت ہیں وہ اسلامی قوانین نافذ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ملک میں مسلمانوں کے مختلف فرقے بستے ہیں اور ہر ایک کے قوانین الگ الگ ہیں۔ ایک فرقے کے قوانین نافذ کئے جائیں تو دوسرا بھڑک اٹھتا ہے۔ اس مشکل کو حل کس طرح کیا جائے۔ 1951ء میں مختلف فرقوں کے 31 علماؤں کی

ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس نے متفقہ طور پر یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ ملک کے لئے ضابطہ قوانین کتاب و سنت کے مطابق مرتب کر دیا جائے۔ طلوع اسلام نے لکھا کہ یہ ریزولیوشن بہت بڑا سراب ہے۔ یہ حضرات جانتے ہیں کہ کتاب و سنت کے مطابق کوئی ایسا ضابطہ قوانین مرتب نہیں کیا جا سکتا جسے تمام فرقے اسلامی تسلیم کر لیں۔ اس کا جواب تو انہوں نے نہیں دیا کیونکہ اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن مشہور یہ کر دیا کہ طلوع اسلام منکر حدیث ہے۔ اس طرح وہ حقیقت کا اعتراف کرنے سے بچ گئے اور قوم کی توجہ دوسری پٹڑی پر ڈال دی۔ یہ سلسلہ کئی برس جاری رہا تاآنکہ مودودی صاحب مرحوم کو اعلان کرنا پڑا کہ کتاب و سنت کی رو سے واقعی کوئی ایسا ضابطہ قوانین مرتب نہیں ہو سکتا جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی قبول کر لیں۔ تعجب ہے کہ اس اعلان کے بعد مودودی صاحب مرحوم کو کسی نے نہ منکر حدیث کہا اور نہ اس اعلان کی تردید کی۔ اس کے باوجود یہ مطالبہ دہرائے جا رہے ہیں کہ مجموعہ قوانین سنت کے مطابق مرتب ہونا چاہئے۔ قرآن مجید نے خوب کہا کہ " ان علماء اور مشائخ میں سے جنہیں یہ خدائی درجہ دیتے ہیں اکثر کی حالت یہ ہے کہ وہ، جھوٹ اور فریب سے، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ خدا کے راستے کی طرف نہ آنے پائیں (کیونکہ اس سے ان کی پیشوائیت اور اقتدار ختم ہو جاتا ہے)" (مفہوم القرآن سورہ توبہ آیت نمبر34)

حالانکہ یہ کوئی مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ بات واضح ہے کہ جو قانون قرآن کے مطابق ہو گا وہ ہی سنت کے مطابق ہو گا کیونکہ رسول اللہ کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کریں (5:48) لہذا جو قانون قرآن کے مطابق ہو گا وہ ازخود کتاب و سنت کے مطابق ہونے کی شرط پوری کرے گا۔ اور جو قرآن کے خلاف ہو گا وہ سنت کے بھی خلاف ہو گا۔

اس ضمن میں قرآنی احکامات ملاحظہ فرمائیے۔

☆ اللہ کے قوانین پر مبنی شریعت کو چھوڑ کر لوگوں کی شریعت کا اتباع مت کرو۔ (35:18)
☆ رسول اکرمؐ سے اعلان کروایا گیا کہ کہو کہ میں خود بھی قرآن کی اتباع کرتا ہوں (16:50)
☆ جو ہمارے قانون سے اعراض برتتا ہے اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے (20:144)
☆ بھوک اور خوف اللہ کا عذاب ہے اور یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ (16:113)
☆ قوانین خداوندی کی پیروی کرنے سے ہی اخلاق سنورتا ہے۔ (2:182)

جب ہمارے حالات بھی ویسے ہی جائیں تو کیا ہم تباہی سے بچ جائیں گے؟ قطعاً" نہیں لیکن جب انسان شخصیت پرستی کا شکار ہو جائے تو اسے یہی بات سخت ناخوشگوار گذرتی ہے چنانچہ جو شخص ان کے سامنے قرآن پیش کرے تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں (22:72) اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اس کی بات قطعاً" نہیں سنو اور شور مچاؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی قرآن کریم کی آواز نہ سننے پائیں (41:26) اس طرح وہ خود بھی قرآن کریم سے دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کے قریب آنے سے روکتے ہیں (6:26)

یاد رکھیے قرن اول کی جماعت مومنین کے شرف و عظمت کا راز قرآن سے وابستگی کی وجہ سے تھا (43:43) لیکن جب آنے والوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا تو ذلیل و خوار ہو گئے۔ یہی وہ شکایت ہے جو

نبی اکرمؐ خدا سے کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ اے میرے نشو و نما دینے والے ! یہی ہے میری وہ قوم جس نے قرآن کو' اپنے خود ساختہ معتقدات کی رسیوں سے' اس قدر جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا (انہوں نے اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کے بجائے اسے اپنے مسلک و مشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا) (سورہ فرقان آیت نمبر30)

پاکستان میں طلوع اسلام مسلسل قرآنی نظام کی نشاندہی کرتا رہتا ہے وہ خالص قرآن کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ دعوت بھی بالخصوص مسلمانوں کے لئے ہی ہے جن کا قرآن پر ایمان ہے۔ طلوع اسلام کے سامنے اپنا کوئی مفاد نہیں۔ نام نمود کی بھی خواہش نہیں۔ اس کے باوجود اس کام میں مفاد پرست گروہ (یعنی سرمایہ داروں اور سرمایہ داری کی محافظ مذہبی پیشوائیت) کی طرف سے سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ انہوں نے ایک متحد محاذ بنایا ہوا ہے۔ ہر قسم کا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ دروغ گوئی اور بہتان تراشی روز کا معمول بن چکے ہیں۔

کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ لوگوں کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ طلوع اسلام اور اس کا لٹریچر ہرگز نہ دیکھنا۔ اس سے تمہارے عقائد خراب ہو جائیں گے۔ عاقبت تباہ ہو جائے گی۔ یہ صرف اس لئے کہ کہیں لوگ عقل و شعور استعمال نہ کرنے لگ جائیں اور ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہو جائے۔

اتنی مخالفت کے باوجود اچھا خاصا طبقہ طلوع اسلام کے لٹریچر سے باخبر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور قرآنی تعلیمات کو اپنے ذہن میں اتار چکا ہے حتیٰ کہ دور دراز گوشوں میں بھی نہایت خاموشی سے قرآنی فکر پھیل رہی ہے۔ کوئی بھی اخبار اٹھا کر دیکھ لیجئے ہر کالم میں آپ کو طلوع اسلام کا رنگ نظر آئے گا۔ ٹیلیوژن پروگراموں میں بھی ملک کے دانشور جب دین کی بات کرتے ہیں تو وہ بھی تعلیمات پرویز سے متاثر نظر آتے ہیں۔ قرآنی فکر کو مزید پھیلانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام انفرادی طور پر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اجتماعی اور منظم کوشش کی ضرورت ہے۔ عوام قرآن کے لئے جذبہ اور تڑپ تو رکھتے ہیں لیکن ان کی اکثریت تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ ان کا سیاسی شعور بھی اتنا بیدار نہیں کہ وہ صحیح نظام کو سمجھ سکیں اور اچھے برے نمائندے کی تمیز کر سکیں۔ وہ اس قدر غریب و مفلس ہیں کہ روٹی کے دھندے کے علاوہ کچھ سوچ نہیں سکتے۔ ادھر مفاد پرست گروہ اس قسم کی تدبیریں کرتا رہتا ہے کہ عوام کا شعور بیدار ہی نہ ہونے پائے۔

پاکستان ایک آئینی مملکت ہے اس لئے یہاں دوسرا نظام یعنی قرآنی نظام لانے کا طریق بھی آئینی ہو گا۔ موجودہ جمہوری نظام میں اس امر کا بنیادی اختیار عوام کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جس قسم کا نظام چاہیں قائم کریں۔ آئینی تبدیلیوں کے لئے ضروری ہے کہ عوام میں قرآنی فکر عام کی جائے اس حد تک کہ ساری فضا قرآنی تصورات سے متاثر ہو جائے۔ مسلمانوں کے لئے اس ضمن میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے اس لئے کہ ان کا ایمان ہے کہ صحیح وہ چیز ہے جو احکام خداوندی کے مطابق ہو۔ غلط وہ چیز ہے جو ان کے خلاف ہو۔

قرآنی تعلیمات پھیلانے کے لئے تحریک طلوع اسلام کے پاس ماہوار مجلہ طلوع اسلام' قرآنی تعلیمات پر

مبنی علامہ غلام احمد پرویزؒ کی کتب' درس قرآن کے آڈیو' ویڈیو کیسٹ اور اندرون ملک اور بیرون ملک بزمہائے طلوع اسلام ہیں جو قرآن کی روشنی پھیلانے میں شب و روز مصروف ہیں۔ ہمیں امید واثق ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ وہ دن دور نہیں جب پاکستان تو کیا پوری دنیا قرآن کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

آخر میں' میں اپنی بزمہائے طلوع اسلام سے درخواست کروں گا کہ اس وقت جب کہ پورا ملک مذہبی فرقہ واریت کی زد میں ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم آگے بڑھ کر عوام کو یہ بتائیں کہ اس جہنم سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لیں تاآنکہ نہ فرقے رہیں نہ فرقہ واریت۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

***

لائف ممبر شپ برائے مجلہ طلوع اسلام

نہ ہر سال زر شرکت بھجوانے کی زحمت' نہ کھاتہ کھولنے کی ضرورت' ایک دفعہ

اندرون ملک	1500 روپے
ایشیاء' یورپ' افریقہ	8000 روپے
آسٹریلیا' کینیڈا امریکہ	10 000 روپے

ادارہ کے اکاؤنٹ نمبر 7-3082 نیشنل بنک۔ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام ارسال فرما کے لائف ممبر شپ حاصل کر لیجئے۔

سرکولیشن مینجر

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پچاس سال۔ آزادی یا غلامی؟ پاکستان کی گولڈن جوبلی!

منصور احمد چیمہ

پاکستانی قوم اپنی آزادی کے پچاس سال مکمل کرنے والی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت برصغیر کے مسلمانوں کے لئے کسی نعمت خداوندی سے کم نہ تھی، جنہوں نے بڑے مختصر عرصے میں علامہ اقبالؒ کے خواب کی عملی تعبیر کر کے، پوری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آج بھی اہل دانش و بینش، قائد اعظمؒ کی ذہنی صلاحیتوں اور اعلیٰ سیاسی بصیرت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔باشعور حضرات کی بڑی تعداد جانتی ہے کہ پاکستان کا قیام دو قومی نظریہ کی بنیاد پر عمل میں آیا۔ دو قومی نظریہ کو باقاعدہ طور پر سر سید احمد خانؒ نے پیش کیا۔ علامہ اقبالؒ نے اس دو قومی نظریہ کو خوب ابھارا اور امت مسلمہ کو پژمردگی سے نکال کر بیداری عمل سے روشناس کر کے اپنا ملی فریضہ احسن طریقہ سے ادا کیا۔ قائد اعظمؒ نے اسی نظریہ کی بنیاد پر نہ صرف انگریزوں اور ہندوؤں بلکہ اپنے اندر کے مخالفین سے چومکھی لڑائی لڑی اور برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک خطہ زمین آزاد کرانے میں تاریخ ساز کردار ادا کر کے بےمثال کامیابی حاصل کی۔

قیام پاکستان کے اعلان کے فوراً بعد مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کی نقل مکانی کے عمل سے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ بہت ساری انسانی جانیں بے دریغ ضائع ہونے سے ہندوستان کی تقسیم کی داستان رنگین ہو گئی۔ لیکن اس رنگین داستان سے ہم نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ سبق تو ایک طرف، ہم نے قیام پاکستان کے مقصد کو فراموش کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس پاک سرزمین پر بسنے والے بہت سارے نادان اور نظریہ پاکستان کی اساس سے نا آشنا دوستوں نے قائد اعظمؒ کو کوسنا شروع کر دیا اور اپنی غفلت و لاپرواہی کا احساس نہ کر کے، اپنے آپ کو خود فریبی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے برعکس کسی نے نوابزادہ لیاقت علی خان کو قوم کا نجات دہندہ کہا تو کسی نے جنرل محمد ایوب خان کو، کسی نے ذوالفقار علی بھٹو کو غریب عوام کا مسیحا قرار دیا تو کسی نے جنرل محمد ضیاء الحق کو مرد مومن قرار دے کر اپنی تسلی و **تشفی** کر لی۔ حقیقتاً یہ لوگ آئے اور اپنا تماشا دکھا کر چلتے بنے۔ ہمیں یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ قائد اعظمؒ محمد علی جناح کے بعد، پاکستانی قوم کو کوئی رہبر ایسا نہیں ملا جس نے نظریہ پاکستان کی اساس کے حوالے سے، اس قوم کی صحیح رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہو۔ جو بھی آیا نہلے پہ دہلا ثابت ہوا۔

آیئے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں کہ ایسا کیونکر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار اس قوم یا معاشرے کے نظام تعلیم کا ہوا کرتا ہے، ہمارا نظام تعلیم غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا اور اس قدر بوسیدہ ہے کہ یہ حصول علم کا ذریعہ تو ثابت ہو رہا ہے مگر قوم کو حقیقت شناسی اور کردار سازی کے عمل سے دور کرتا چلا جا رہا ہے۔ یہ نظام تعلیم اہل علم تو پیدا کر رہا ہے لیکن اہل بصیرت افراد پیدا کرنے میں کلی طور پر بے بس نظر آتا ہے، اس کا اندازہ ہمیں اپنی آزادی سے اب تک پروان چڑھنے والی، دونوں نسلوں کی اکثریت کو دیکھ کر بخوبی ہو سکتا ہے۔ اسی تعلیمی نظام کی بدولت ہم سیاسی اور مذہبی حوالوں سے ایک بٹی ہوئی قوم ہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ہم ایک آزاد قوم نہیں بن سکے۔

اس پر طرہ یہ کہ ہم نے نظریہ پاکستان کو بھی متضاد بنا دیا ہے ہر کوئی بانت بانت کی بولیاں بول رہا ہے۔
یاد رکھئے! جب قوموں کی فکر میں تضاد آ جاتے ہیں ان کی ترقی و خوشحالی مشکوک ہو جاتی ہے قوم مختلف ٹکڑوں میں بٹ جاتی ہے اور اس کا فائدہ مخصوص قوتیں اٹھایا کرتی ہیں۔ در حقیقت یہی کچھ ہمارے ساتھ گذشتہ پچاس برسوں سے ہو رہا ہے۔ 14۔ اگست 1997ء کو ہماری آزادی کے پچاس برس مکمل ہو جائیں گے اور پاکستانی قوم اپنی آزادی کی گولڈن جوبلی تقریبات کا اہتمام کرے گی۔ نصف صدی ہم نے بلا جواز لڑائیوں کی نذر کر دی ہے۔ اب ضرورت اور وقت کا اہم ترین تقاضا بھی ہے کہ صدر مملکت' پاکستان کی گولڈن جوبلی کے یادگار موقع پر نظام تعلیم میں انقلابی تبدیلی لانے کی غرض سے ماہرین پر مشتمل ایک قومی کمیشن تشکیل دیں جو نظریہ پاکستان کو بنیادی اہمیت دے کر ایک ایسا مربوط تعلیمی نظام رائج کرنے کی سفارشات تیار کرے جس سے حصول علم کے ساتھ کردار سازی کا عمل بھی پایہ تکمیل کو پہنچ سکے۔
کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ پچاس سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود' ہم غربت و افلاس' بے روزگاری' صحت عامہ اور تعلیمی سہولتوں کے فقدان کا شکار ہیں اور ہمارا ہر ادارہ تباہ حالی کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔ یوں احساس ہوتا ہے کہ ہم 14 اگست 1997ء کو شاید اپنی آزادی کے سفر کا آغاز کریں۔
دوسرے خلیفہ راشد امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا کہ
"اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مرگیا تو عمرؓ سے اس کی باز پرس ہو گی"
لیکن اسلام کے نام پر حاصل کی جانے والی مملکت میں آج انسانوں پر کیا گذر رہی ہے؟
علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

آئیں علامہ اقبالؒ کے پیش کردہ اس تصور کہ ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارا بن سکتا ہے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اندر اتحاد و یگانگ پیدا کریں کیونکہ پتلی تماشا بہت ہو چکا۔ سیاسی افق پر موجود تمام سیاسی پارٹیاں 25٪ عوام کی نمائندہ ہیں۔ موجودہ حکمرانوں سے ہمیں خیر کی توقع نہیں ہے ان کے پیش کردہ متنازعہ احتساب بل سے وہ تمام حقیقتیں منکشف ہو چکی ہیں جن سے ان کی نیت عیاں ہے۔ حکومت کی ناقص کارکردگی اور انتقامی کاروائیوں سے حکمرانوں کی صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا مشکل ہرگز نہیں۔
لیکن دوسری طرف اپوزیشن بھی فرشتوں پر مشتمل نہیں ہے یہ بھی محض حکومت گرانے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی توانیاں بروئے کار لانے میں مصروف عمل ہے۔ 75٪ عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے قومی مذاکرے منعقد کرنے کا اہتمام اور پھر بعد میں ریفرنڈم کروانا' پاکستان کے غریب عوام کے مسائل کو حل کرنے کا واحد ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے نظام حکومت کی اصلاح کر کے جہاں عوامی مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں وہاں اپنی کھوئی ہوئی منزل کی راہ پر گامزن بھی ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں صدر مملکت جناب فاروق احمد خاں لغاری اور چیف جسٹس آف پاکستان جناب سید سجاد علی شاہ کو اپنا بھرپور آئینی و اخلاقی کردار ادا کرنا ہو گا اور قائدؒ کے پاکستان کو مافیا سے پاک کر کے' وطن عزیز کو ایک صحیح اسلامی فلاحی ریاست کا گہوارہ بنانا ہو گا۔ ورنہ تاریخ کے سیاہ اوراق ہمارے راستوں پر اندھیرے بکھیرتے چلے جائیں گے اور روشنی کا دور دور تک امکان نہ ہو گا۔ کیونکہ فطرت کے قوانین بڑے اٹل اور محکم ہیں مہلت کا وقفہ ختم ہوگیا تو نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

LET US PROTECT YOUR HOUSE

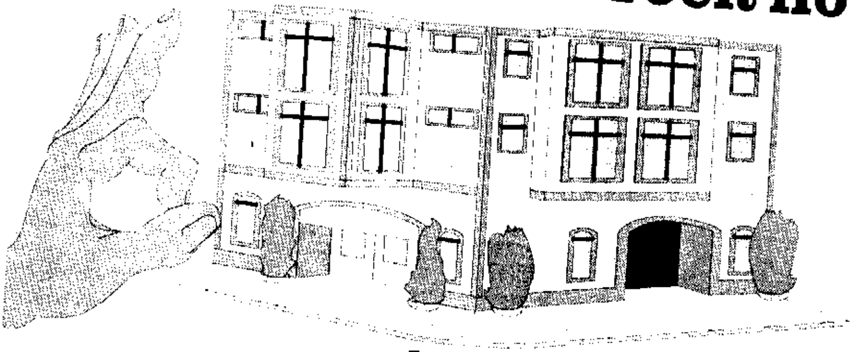

AGAINST

DAMP-DECAY-MOISTURE-LEAKAGE

AND

MEND, FILL, SEAL AND REPAIR THE CRACKS, FISSURES, RIFTS, GAPS AND EXPANSION JOINTS TO ASTM STANDARDS.

PLEASE CALL US
TO DEMONSTRATE HOW WE DO IT

SAFTY SEALERS (Pvt.) LTD

Galaxy Shopping Centre
115 Ferozepur Road
Lahore
Phone 757615-417254

Allama Iqbal Road
Karachi
Phone 4557176

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1-ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
3- اوکاڑہ	نیو میٹک حبیب فلور مل نزد بس سٹاپ 54/2/L دیپالپور روڈ اوکاڑہ رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520258/520270	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
4- بورے والا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر5۔ رابطہ فون: 55438	پہلا اور تیسرا اتوار	10 بجے صبح
5- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون نمبر876785	جمعتہ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
6- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ: 840945	ہر بدھ وجمعہ	5 بجے شام
7- پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
8- پیر محل	مکان نمبر140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
9- پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین	جمعتہ المبارک	3 بجے شام
10- جہلم	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	جمعتہ المبارک	4.30 بجے شام
11- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
12- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الہٰی کونسلر بلدیہ پیر ہٹہ بازار	جمعتہ المبارک	بعد نماز جمعہ
13- چک 215 ای۔ بی	برمکان چوہدری عبدالحمید	اتوار	9 بجے صبح
14- حیدر آباد	B-12 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
15- راولپنڈی	بمقام E-4385/47 اپر سٹوری ہائی وے آٹوز نزد پل لئی گوالمنڈی راولپنڈی فون: 74752	جمعتہ المبارک	4.30 بجے شام
16- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
16A- سرگودھا	B-4 گلی نمبر7 بلاک 21 نزد کی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
17- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعتہ المبارک	3.30 بجے شام

شہر	مقام	دن	وقت
18- کراچی	کراچی سی بریز، روم نمبر 105 شارع فیصل	اتوار جمعہ	9.30 بجے صبح 5 بجے شام
19- کراچی	رابطہ شفیق خالد- فون: 0201-713575 مکان 16 گلشن مارکیٹ، 36/C ایریا کورنگی 5 رابطہ: محمد سرور، فون: 312631	اتوار بروز پیر	11.30 بجے صبح بعد نماز مغرب
20- کراچی صدر	فاروق ہوٹل ہال- ایاز حسین انصاری رابطہ فون: 4571919	اتوار	10 بجے صبح
21- کوہاٹ	برمکان شیر محمد، نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
22- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ- رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
23- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ، سول لائنز	جمعۃ المبارک	بعد از نماز جمعہ
24- گجرات	مرزا ہسپتال، کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
25- گھوے کے (سیالکوٹ)	برمکان محمد حسین گھمن	ہر ماہ پہلا [illegible]	بعد نماز جمعہ
26- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9:30 بجے صبح
27- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ رابطہ فون: 42714	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
28- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	5/1/2 بجے شام
29- ماموں کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب رابطہ فون: 04610-345	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
30- نواں کلی	رابطہ لیکچرار- ایم- طارق	اتوار	صبح 10 بجے
31- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
30- واہ کینٹ	برمکان محمد اکرم خان 21-FC/231	بروز بدھ	چھ بجے شام

سعودی عرب میں مقیم حضرات محترم آصف جلیل صاحب (P.O.Box 693) ریاض 11421 سے رابطہ قائم کریں۔

نوٹ۔ ہفتہ وار چھٹی کی تبدیلی کے پیش نظر نئے اوقات سے مطلع فرمائیں۔
علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔
تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالے کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

PAMPHLETS -- پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس بحساب ایک روپیہ فی پمفلٹ، علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

-1	دنیا نظام محمدیؐ کے لئے بیتاب ہے	-2	اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
-3	اسلامک آئیڈیالوجی	-4	الصلوٰۃ
-5	تحریک طلوع اسلام کا مقصد و مسلک	-6	الزکوٰۃ
-7	فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں	-8	کافر گری
-9	کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے	-10	مرض۔ تشخص اور علاج
-11	ہندو کیا ہے	-12	جہاں مارکس ناکام رہ گیا
-13	عورت قرآن کے آئینے میں	-14	وحدت ملت
-15	مقام محمدیؐ	-16	سوچا کرو
-16	ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ	-17	اندھے کی لکڑی
-18	احادیث کا صحیح ترین مجموعہ	- 19	ISLAMIC IDEOLOGY
-20	اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے۔		

21- اسلام اور پاکستان کے خلاف گہری سازش (10 روپے)

درج ذیل پمفلٹ زیر طباعت ہے

1- دعوت پرویزؒ کیا ہے؟

(سرکولیشن مینجر۔ ماہنامہ طلوع اسلام)

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اره

گولڈن جوبلی تقریبات

اب تک موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق گولڈن جوبلی کی تقریب منانے میں بزم کویت نے ل کی۔ دیار غیر میں اپنی قسم کی یہ واحد تقریب تھی جس سے عرب دنیا کو پاکستان سے متعارف کرانے ں مدد ملی۔ تقریب کی صدارت کے لئے قومی اسمبلی کے رکن جناب طارق عزیز صاحب لاہور سے تشریف لے گئے تھے۔ کویت ٹائمز کے مطابق شرکائے محفل نے جناب طارق عزیز صاحب کی 75 منٹ کی طویل تقریر پورے انہاک اور دلچسپی سے سنی۔ وسیع و عریض جلسہ گاہ کی ساری نشستیں مہمانوں سے بھری ہوئی تھی۔ تقریب کے کمپئر جناب اکبر سعید صاحب نے مہمان خصوصی جناب طارق عزیز صاحب کے ساتھ بزم کے نمائندہ جناب عبید الرحمان ارائیں اور تقریب کے سرپرست جناب زاہد اکبر صاحب کو بھی ڈائس پر آنے کی دعوت دی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت کویت کے ممتاز بزنس مین پیر امجد صاحب کے حصہ میں آئی۔ جناب عبید الرحمان آرائیں نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جو کویت میں بزم طلوع اسلام کے نمائندہ ہونے کے علاوہ اورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن (او۔ پی۔ ایف) کے مشاورتی بورڈ کے رکن بھی ہیں۔

اپنے خطاب میں جناب عبید الرحمان صاحب نے کہا کہ ہم آزاد ہونے کے باوجود ابھی تک مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام سے آزادی حاصل نہیں کر پائے۔ ملک قرضوں تلے دبا ہوا ہے۔ جس کا کویت میں مقیم پاکستانیوں کو شدت سے احساس ہے۔ اس لئے انہوں نے "قرض اتاروں ملک سنوارو" سکیم میں تین لاکھ کا چیک جناب طارق عزیز کو پیش کیا۔ دو لاکھ روپیہ وہ اس سے پہلے دے چکے ہیں اور ہر ماہ ایک دن کی تنخواہ اگلے دو سال تک دیتے رہیں گے۔ عبید صاحب کے بعد کمیونٹی کے ممتاز رکن جناب فخر عالم نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت قائد اعظمؒ کی قیادت میں آزادی کا جو تحفہ ہمیں ملا تھا کیا یہ تحفہ ہم اپنے وارثین کو اسی شکل میں دے رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دوہرا معیار قائم کر رکھا ہے جس پر بلاشبہ منافقت کی اصطلاح صادق آتی ہے۔ ہم احتساب میں دلچسپی رکھتے ہیں لیکن اپنا احتساب کبھی نہیں کرتے۔ ان کے بعد جناب عبدالستار غزالی صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ 1964ء میں ہماری اور جنوبی کوریا کی فی کس آمدنی برابر تھی مگر آج کوریا ہم سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ بزم طلوع اسلام کے رکن جناب بشیر احمد عابد صاحب نے کہا کہ ملک اس وقت تاریخ کے ایک تاریک دور سے گزر رہا ہے غربت انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ لاقانونیت اور دہشت گردی کا دور دورہ ہے۔ ان تمام مسائل کا حل کتاب اللہ اور اسوہ

رسولؐ میں موجود ہے۔ ان کے بعد نوجوان مقرر جناب محبوب اختر صاحب اور ایف ایس سی سال اول کے امتحان میں کویت بھر میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے والی ہونہار طالبہ فرحانہ سرور اور آمنہ آفتاب نے خطاب کیا۔ تقریروں کے بعد نظموں کا سلسلہ جاری ہوا۔ سب سے پہلے آنسہ طاہرہ شاہد نے انگریزی نظم پیش کی جو پاکستان کے لئے ان کے محبت بھرے جذبات سے معمور تھی۔ کویت کے مشہور شاعر جناب رشید میواتی نے قائد اعظمؒ کے عنوان سے خوبصورت نظم پیش کی۔ ان کے بعد جناب غلام اظہر صاحب کو دعوت کلام دی گئی۔ جناب فرید قریشی اور سحر اکبر آبادی نے بھی اس مجلس میں کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد مہمان خصوصی جناب طارق عزیز صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔

شروع میں انہوں نے جناب عبید الرحمان آرائیں' زاہد بٹ' اکبر سعید اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھے توقع نہ تھی کہ اتنے لوگ سننے کے لئے آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قدرت نے پاکستان پر اپنی نوازشات بکھیرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ ہمارے پاس سمندر' پہاڑ' ریگستان' سرسبز وادیاں اور چاروں موسم ہیں اور خوبصورت رنگ کے خوش شکل لوگ یہاں آباد ہیں لیکن افسوس کے سب کچھ ہونے کے باوجود ہم وہ کچھ نہ کر سکے جس کے لئے یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان معاشی مسائل کے حل کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ سوشلسٹوں اور کیمونسٹوں کا نظریہ ہے۔ روزنامہ کویت ٹائمز کے مطابق جناب طارق عزیز صاحب نے بڑی خوبصورت اور مدلل تقریر سے جو مقولوں' کہاوتوں' خوبصورت شعروں اور ہلکے پھلکے مزاح کا رنگ لئے ہوئی تھی' سامعین کو سوا گھنٹے تک اپنی گرفت میں رکھا۔ اپنی تقریر میں نظریہ پاکستان کے علاوہ انہوں نے حصول پاکستان کے لئے جدوجہد مشاہیر کے کردار اور بہت سے سیاسی پہلوؤں پر اظہار خیال کیا۔

پروگرام کا آخری حصہ ملی نغموں' قومی ترانوں اور موسیقی پر مشتمل تھا اور اس طرح یہ محفل رات کے کھانے کے بعد کوئی ڈیڑھ بجے شب اختتام پذیر ہوئی۔ کویت سے موصول ہونے والے اخبارات میں سے انگریزی کا ایک تراشہ انگریزی دان حضرات کے لئے شامل اشاعت ہے۔

گولڈن جوبلی کی تقریب تحریک طلوع اسلام کے مرکزی دفتر لاہور میں بھی اسی جوش و جذبے اور تزک اور احتشام سے منائی گئی۔ 13/14 کی درمیانی شب موسم برسات کی جولانیوں نے لاہور کو اگرچہ پانی پانی کر دیا تھا لیکن چار دیواری کے اندر ہی سہی' احباب نے ایسا پروگرام ترتیب دے ڈالا جو نمود و نمائش کے لحاظ سے تو شاید قابل ذکر نہ ہو لیکن عملی اور فکری نقطہ نگاہ سے اس کا شمار ملک میں ہونے والے بڑے بڑے اجتماعات میں کیا جا سکتا ہے۔ دس بجے تک جلسہ گاہ کی ساری نشستیں سامعین سے پر ہو چکی تھیں۔ مقامی حضرات کی بڑی تعداد کے ساتھ پشاور' راولپنڈی' گوجرانوالہ' گجرات' فیصل اباد' بوریوالہ' اوکاڑہ' قصور اور چنیوٹ سے بھی احباب نے شرکت کی۔ صدارت کے فرائض جناب حنیف وجدانی صاحب نے ادا کئے۔ مقررین میں جناب ایاز حسین انصاری' ڈاکٹر صلاح الدین اکبر اور جناب

عبداللہ ثانی شامل تھے۔ عطاء الرحمان آرائیں صاحب نے بزم کویت کی رپورٹ پڑھ کر سنائی جسے حاضرین نے بے حد سراہا۔

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر اور چیئرمین صاحب کی تقاریر اسی پرچے میں شامل اشاعت ہیں۔ جناب عبداللہ ثانی صاحب کی تقریر آپ اگلے شمارے میں دیکھ سکیں گے۔ لاہور میں منعقد ہونے والی گولڈن جوبلی کی تقریب کی کچھ تصویری جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔ کویت سے تصاویر کا آخری وقت تک انتظار رہا۔ گولڈن جوبلی کی تقاریب دوسری جگہوں پر بھی منعقد ہوئی ہوں گی جن کی رپورٹیں ملنے پر شائع کر دی جائیں گی۔

ان تقاریب میں جو کچھ کہا گیا اس کا ملخص یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب دوسروں کے نزدیک جو کچھ بھی ہے ہمارے نزدیک اس کی مثال اس مسجد کی ہے جس سے ایک نہ ایک دن قندیل آسمانی کی شمع جلوہ بار ہونی ہے۔ ایسا کب ہو گا؟ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کس قدر مخلص اور قرآنی فکر کو عوام تک پہنچانے میں کس قدر مستعد ہیں۔

❄ ❄ ❄

ماہنامہ طلوع اسلام کے پرانے شمارے

خوبصورت اور پائیدار جلدوں میں محفوظ ماہنامہ طلوع اسلام کی سال
70-72-73-75-76-77-78-80-83-84-86-87-88-90
91-94-95-96 کی جلدیں 150 روپے فی جلد علاوہ محصول ڈاک کے حساب سے فروخت کے لئے موجود ہیں۔ اپنی فرمائش سے مطلع فرمائیں۔

سرکولیشن مینجر

ادارہ طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ارشاد

مثالی معاشرہ

اگر حیوانات کے بچوں کا موازنہ انسانی بچے سے کیا جائے تو انسانی بچہ بہت کمزور، بے خبر، بے شعور، آنکھ، کان اور ہاتھ کے استعمال ہی سے نا آشنا ہوتا ہے۔ اس لئے ماں اپنے بچے کو ہر دم نگاہوں کے سامنے رکھتی ہے۔ اس کی خوراک کے سرچشموں کو اس کے منہ میں خود ڈالتی ہے۔ تو اسے دودھ پینا آتا ہے۔

گویا انسانی بچہ کی پرورش میں جہاں پورا خاندان مستعد ہوتا ہے وہاں ماں کا کردار انتہائی اہم اور مرکزی ہوتا ہے۔ ماں کا یہ کردار " ربوبیت " کی ادنیٰ سی مثال ہے۔ کیونکہ ماں اپنے بڑے بچوں پر بھی نگاہ رکھتی ہے۔ اس طرح ایک گھرانہ " ربوبیت " کا درس اولیں اپنی ماں سے لیتا ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہو تو وہ ان کی ذہنی تربیت بھی باسانی کر سکتی ہے اور اگر ماں قرآنی تعلیم سے کماحقہ، واقف ہو تو وہ اپنے بچے کو بہترین تعلیم و تربیت کے ذریعے معاشرے کے لئے مثالی شخصیت بنا دیتی ہے۔

اب گھر کی دیواریں گرا کر محلے کو گھر بنا دیجئے۔ پھر شہر یا گاؤں کو گھر کا درجہ دے دیجئے۔ بلا شبہ اس سے آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ لیکن ماں کا نعم البدل ملنا مشکل ہو گا۔ کیونکہ ہمارا معاشرہ فرد اور نظام کے اس معیار تک نہیں پہنچ سکا جہاں معاشرہ کا " اولی الامر " ماں کی خصوصیات رکھتا ہو۔

فرد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے نظام ربوبیت کا نقشہ وہی ہونا چاہیے جو گھر کے اندر ماں کے بتائے ہوئے نظام کا ہوتا ہے۔ اگر کسی نظام کے سربراہ " اولی الامر " یعنی ماں کا کردار ادا نہیں کر سکتے۔ تو وہ نظام اپنی موت آپ مرجائے گا اس میں ارتقا رک جاتا ہے اس حقیقت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔ جو حیثیت ماں کے گھر میں ہوتی ہے۔ وہی حیثیت ایک نبی کی اپنے معاشرے میں ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرمؐ کا فریضہ جو قرآن میں بیان ہوا اسے مومنین پر اللہ نے اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے یوں واضح کیا ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلم الکتب والحکمۃ وان کانو من قبل لفی ضلل مبین (3/163)

مفہوم: یہ ایمان والوں پر اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے انہی میں سے ان کی طرف اپنا ایک رسول بھیجا وہ رسول ان کے سامنے اللہ کے قوانین پیش کرتا ہے ایک ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں ان کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی ہے۔ انہیں قانون اور اس کی غرض و غایت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے ایسا انتظام نہ ہوتا تو لوگ اس طرح حیران و سرگرداں کھوئے ہوئے پھرتے رہتے جس طرح اس سے پہلے پھرتے تھے۔

حضور نبی اکرمؐ نے اپنے دور نبوت کا سات فیصد حصہ اسی پروگرام کی تکمیل میں صرف کر دیا۔ کیونکہ تغیر نفس کے بغیر قرآنی معاشرے کا قیام عمل میں لانا ناممکن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ نے اس وقت تک معاشرے کو عملی شکل نہیں دی جب تک تین چار صد افراد ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہیں ہو گئے۔ معاشرے میں اس تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ اس سے افراد کی ذہنی کیفیت اور ان کی اقدار کے پیمانے بدل گئے۔ جب انسان کا زاویہ نگاہ غلط ہو تو معیار عزت' دولت' بڑا خاندان اور اقتدار ہوتا ہے لیکن جب اقدار قرآنی انداز میں ڈھل جائیں تو معیار عزت ذاتی کردار' قرار پا جاتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرامؑ کی زندگیوں کا مقصد اقدار کی سمت بدل کر پرانے معاشرے کی جگہ ایک نئی دنیا بسانا ہوتا ہے۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

ایک بار پھر معاشرے کی بنیادی اکائی ماں کی طرف آیئے۔ ہر ماں کا فریضہ ہے کہ وہ بچوں کی اقدار کی سمت درست کرے۔ اس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے ماں کی اپنی ذہنیت میں استقلال اور شعور کا ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قرآنی تعلیم کے ذریعے پیدا ہو گا۔ اس طرح جب بچوں کی ذہنیت میں وسعت اور کشادگی پیدا ہو گی تو معاشرے کا سارا رنگ بدل جائے گا۔ یہ وسعت اور کشادگی پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو نسخہ تجویز کیا ہے وہ یوں ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب والکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقامہ الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عھدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون (2/177)

مفہوم: اللہ کے قانون کی رو سے وسعت و کشادگی کی راہ یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف۔ مقصود اس نظام کا قیام ہے جس کے اساسی اصول یہ ہیں۔

اللہ پر ایمان یا قانون مکافات اور حیات اخروی پر ایمان' ان کائناتی قوتوں پر ایمان جو مشیت کے پروگرام کو بروئے کار لانے میں واسطہ بنتی ہیں۔ **انبیائے** کرام پر ایمان جن کی وساطت سے اللہ کا پیغام انسانوں تک آتا رہا۔ اور ان کی وساطت سے ملی ہوئی کتابوں پر ایمان۔

اس ایمان "آئیڈیالوجی" کے بعد عملی دنیا میں یہ روش کہ مال و دولت کی محبت کے باوجود اسے دوسروں کی پرورش کے لئے عام کر دینا وہ رشتہ دار ہوں یا ایسے لوگ جو معاشرہ میں لاوارث اور تنہا رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کا چلتا ہوا کاروبار رک جائے یا ان میں کام کاج کی استعداد باقی نہ رہے۔ یا ایسے مسافر جو کسی طرح زاد سفر سے محروم رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کی کمائی ان کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہوں۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی دولت کو وقف کر دینا۔

مختصر الفاظ میں نظام صلوٰۃ قائم کرنا تاکہ تمام ضرورت مندوں کو سامان نشو ونما مہیا ہوتا رہے۔ اپنے عہد و پیمان کا احترام کرنا اور قول و قرار کا پکا ہونا۔ لیکن اگر مخالف قوتیں آمادہ پیکار ہو جائیں تو پھر مصائب و مشکلات کا نہایت ثابت قدمی اور استقامت سے مقابلہ کرنا اور خوف و ہراس کو پاس نہ پھٹکنے دینا۔ جو لوگ اس روش پر استقامت سے گامزن رہتے ہیں وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہوتے ہیں۔ اور انہی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ وہ اللہ کے قانون کی نگہداشت کرتے ہوئے خطرات کی گھاٹیوں سے بچتے ہیں۔

اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے۔

1۔ اجزائے ایمان : اللہ' یوم آخرت' ملائکہ' کتب اور نبیوں پر ایمان۔

2۔ مال خرچ کرنا : اہل قرابت' یتیموں' مسکینوں' مسافروں پر۔

3۔ اقامت صلوۃ و ایتائے زکوۃ۔

4۔ وعدے کا پورا کرنا۔

5۔ مصیبت' تنگی اور میدان جنگ میں ثابت قدمی' نظام سے وابستگی مال کے ذریعے' نظام تعلیم و تربیت کے ذریعے۔

اگر یہ پانچ اصول ہی معاشرے میں غور و فکر' نشر و اشاعت اور علم میں وسعت سے عام ہو جائیں تو بچوں کی ذہنیت بدل جائے گی۔ جب ذہنیت بدل جائے تو معاشرہ بھی بدل جاتا ہے۔ جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شلا۔ یوں تربیت یافتہ افراد کا مثالی معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔ اس کے لئے کم از کم دس سالہ پروگرام طے کرنے اور اسے پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔

ان دس سالوں میں قوم کے سامنے یہ نعرہ بھی بدستور موجود ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولیک ھم الکفرون (5/44)

مفہوم : جو شخص اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے اللہ نے نازل کیا ہے وہ کافر ہے۔

یوں نظام کی تبدیلی بھی بتدریج ہوتی رہے گی اور آخر قرآنی حکومت قرآنی تعلیم' اور قرآنی تربیت یافتہ مائیں اس معاشرے کو سہارا دینے والے وہ ستون کھڑے کر دیں گی جن پر قائم قرآنی معاشرہ زوال نا آشنا' رحمت بداماں اور جنت در آغوش ہو گا۔ یہی معاشرہ تربیت یافتہ افراد کا مثالی معاشرہ ہو گا۔

●●●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رپورٹ از لندن

صد شکر کر افسانہ تمثیل کے بدلے
قدرت نے میرے ہاتھ میں قرآن دیا ہے

" نیو ہام (انگلینڈ) کی پہلی پاکستانی مسلمان میئر پچھلے دنوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ لاہور تشریف لائیں تو انہوں نے اداہ طلوع اسلام میں بھی قدم رنجہ فرمایا اور ڈان ماڈل سکول کے نام سے قائم کردہ تحریک طلوع اسلام کا سکول بھی دیکھا۔ اس موقع پر انہوں نے سکول میں موجود طلباء' اساتذہ اور وابستگان تحریک کو خطاب کیا جو قارئین کی دلچسپی کے لئے شامل اشاعت ہے۔" مدیر طلوع اسلام

آج دنیا میں بڑے سے بڑا ملک اور چھوٹے سے چھوٹا ملک پریشانی اور بے چینی کا شکار ہے۔ یہ ملک تمام تر ترقیوں کے باوجود سکون میں نہیں ہیں۔ میں تو یہی سمجھ سکی ہوں کہ انہوں نے قرآن کے پیغام اور قرآنی نظام زندگی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یورپین ممالک البتہ کچھ کچھ ان اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں اور شاید اسی لئے وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

میں اور میرے شوہر بھی عام مسلمانوں کی طرح پیدائشی مسلمان تھے جو کچھ ہمارے بڑوں نے ہمیں بتایا تھا' ہم اطاعت شعار بچوں کی طرح اسی پر گامزن تھے۔ اپنے طور پر نہ کبھی اسلام اور قرآن کو سمجھا نہ پرکھا کہ اتنی محنت کون کرے۔ پاکستان میں رہتے ہوئے دو فرقوں سے واقف تھے۔ سنی اور شیعہ۔

1984ء میں لندن کے علاقے میں جہاں ہم رہائش پذیر ہیں' کی مقامی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو اپنے ہی مسلمان بھائیوں نے سیاسی مخالفت کی بنا پر ہماری بے خبری میں ہمیں نہ معلوم کتنے فرقوں سے منسلک کر دیا۔ اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ یہ لوگ جو 72 فرقوں کا ذکر کیا کرتے تھے وہ 72 ہی نہیں اب تو کئی سو فرقے ہیں۔ اسی معاندانہ مہم کے دوران ہم پر پرویزی ہونے کا فتویٰ بھی لگایا گیا۔ جب فتویٰ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو ان لوگوں نے میرے شوہر محمود احمد پر پریشر ڈالا کہ تم یہ لکھ دو کہ میں پرویزیوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ہمارے فرشتوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ پرویزی فرقہ کس بلا کا نام ہے؟ ہمارے مشفق دوست اور سماجی کارکن مقبول محمود فرحت صاحب اکثر دین اسلام کے بارے تبادلہ خیال کرتے رہتے ہیں۔ ان سے ہم نے اس واقعہ کا ذکر کیا اور پرویزی فرقہ کے بارے میں دریافت کیا تو وہ زیر لب مسکرائے اور چھوٹے چھوٹے پمفلٹس۔ آڈیو۔ ویڈیو کیسٹ و کتب بغرض مطالعہ ہمیں عطا کئے اور یوں ہم زندگی میں پہلی بار علامہ غلام احمد پرویز سے روشناس ہوئے۔ ہم نے جب اپنے طور پر خود Study کیا تو ہماری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ جس شخص نے اپنی عمر کے 50 سال' بلاکسی معاوضہ کے قرآن کے پیغام کو پھیلانے

میں صرف کئے اور جس نے قرآن کی روشنی میں فرقہ پرستی کی سخت ممانعت کی اور فرقہ بازی کو شرک قرار دیا اس شخص کو یہ کافر قرار دے رہے ہیں اور اس کے نام سے بھی ایک فرقہ بنا دیا ہے۔

قصہ مختصر ہم دونوں میاں بیوی دلی طور پر اپنے ان مخالفین کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہم پر فتویٰ لگا کر ہمیں حقیقی اسلام سمجھنے کا موقعہ دیا۔ لوگ قرآن کو نظام زندگی کا نام تو ضرور دیتے ہیں لیکن سوائے پرویز صاحب مرحوم کے کسی نے قرآن کی روشنی میں یہ ثابت کر کے نہیں دکھایا کہ قرآن اس دور میں بھی قابل عمل ضابطہ حیات ہے۔ مجھے مسلم کیمونٹی بلکہ غیر مسلم کیمونٹی کی اکثر عورتیں یہ سوال کرتی تھیں کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں لیکن عملاً" دیکھنے میں آیا ہے کہ مرد کو تو چار بیویوں اور بے شمار لونڈیوں کا حق ہے اور مرنے کے بعد بھی حوریں اسی کے حصہ میں آئیں گی لیکن عورتیں یہاں بھی غلام ہیں اور آخرت میں بھی محروم؟ جب تک میں نے پرویز صاحب مرحوم کا مفہوم القرآن نہیں دیکھا تھا یہ باتیں سن کر چپ ہو جاتی لیکن دل میں یہ تجسس ضرور تھا کہ یا تو واقعی کہیں غلطی ہو گئی ہے یا اصل حقیقت کہیں گم ہو گئی ہے۔ کبھی نعوذ باللہ یہ سوچتی کہ اللہ نے برابر حقوق کا صرف ذکر کیا ہے عملاً" حقوق دیئے نہیں۔ جوں جوں پرویز مرحوم کی کتب کا مطالعہ جاری رہا بات سمجھ میں آتی گئی اب میں نے سوالات کرنے والی تمام خواتین کو بہ طریق احسن مطمئن کیا اور بتایا کہ قرآن کی تعلیم میں کوئی تضاد نہیں یہ محض ہم مسلمانوں کی غفلت اور قرآن کریم سے دوری کی وجہ سے انتشار اور تفرقہ بازی ہے۔ اگر حقیقی اسلام سمجھنا ہے تو میں تمام مسلمان بھائیوں بالخصوص بہنوں کو کہوں گی کہ پرویز صاحبؒ کی کتب کا مطالعہ کریں تاکہ اصل دین محمدی آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ آخر میں میں کہوں گی کہ اگرچہ میں قرآنی فکر میں اتنی ماہر نہیں کہ مطبوعات طلوع اسلام پر کیچڑ اچھالنے والوں کا منہ توڑ جواب دے سکوں، لیکن میں انہیں یہ مشورہ ضرور دوں گی کہ سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کی بجائے وہ ازخود ان کتب کا مطالعہ کریں۔ قرآن کی خالص تعلیم اور اسوہ نبی محمد مصطفیٰؐ کو سامنے رکھیں۔ اللہ کا رسول، اللہ کی دی ہوئی وحی کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرتا اور اگر آپ خود قران مجید کو سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں تو طلوع اسلام کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

میں آج کل ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان کے دورے پر ہوں۔ مقبول محمود فرحت صاحب و دیگر اراکین وفد کے ہمراہ لاہور ادارہ طلوع اسلام۔ ڈان ماڈل سکول آنے کا اتفاق بھی ہوا ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس انداز سے اسلام کے لئے کام ہو رہا ہے وہ قابل تعریف ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے، لہذا ہم کو چاہیے کہ ایسے ادارے جگہ جگہ قائم کریں اور کم از کم طلوع اسلام سے دین اسلام اور قرآنی نظام کو سمجھ کر دنیا کو امن، سکون اور جنتی زندگی کا پیغام دیں۔

شمع احمد۔ میئر نیوہام (انگلینڈ)

***

Tariq Aziz attends Bazam event

ARAB TIMES, SATURDAY, AUGUST 9, 1997

Pakistanis mark 'Golden Jubilee'

By Wajid Ali Wajid
Arab Times Staff

Tariq Aziz waves to the crowd after arriving in the hall.
(Photo by Mahmoud Al-Fourouki)

KUWAIT CITY, Aug 8: Pakistan Television's renowned compere and member of National Assembly Tariq Aziz said on Thursday that Pakistan was created to practice Islam and implement true Quranic teachings. He added that the founding fathers, during their struggle, had clarified on several occasions that Pakistan would never be a theocratic state.

He was addressing a packed audience of a cross section of Pakistanis at Hotel Le Meridien at a function hosted by Bazam Tolu-i-Islam Kuwait, on behalf of the Pakistani community, to celebrate the Golden Jubilee anniversary of Pakistan's independence.

Tariq Aziz had been invited by the Bazam to preside over this function. Ubedur Rehman Arian, representative of the Bazam in Kuwait and well-known businessman Zahid Butt shared the stage with the guest.

Tariq Aziz, in his presidential address, detailed the Pakistan movement, the sacrifices and struggle of the founding fathers like Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah, and Allama Mohammad Iqbal and said that although it is, bitter but a fact, some religious leaders of that time including Moulana Abul Kalam Azad and Hussain Ahmed Madni of Devband and some other opposed the Pakistan movement.

"It is quite ironic that the religious figures were opposing Pakistan which had implementation of Islam as its prime target. Now some of their followers also want to transform Pakistan into a theocratic state, that's why there is religious terrorism and destruction," he added.

Destruction

He criticised the former prime minister of Pakistan Benazir Bhutto for the country's economic destruction and her husband Asif Ali Zardari for corrupting the political system.

"Nawaz Sharif, the Prime Minister, has determined to reconstruct and rebuild Pakistan, its economy and social structure but give him at least two years for the this purpose because Pakistan is not yet economically independent. The IMF still has a grip over our affairs. So let Nawaz Sharif work peacefully and you will see how he will transform this country into a modern Islamic democratic and progressive country," he said.

Tariq Aziz had earlier received a standing ovation upon his arrival. He got the same after he finished his speech, in which he also urged the Pakistanis to shun minor differences and forge unity in the name of Pakistan. He also thanked Ubedur Rehman Arian and Bazam Tolu-i-Islam for their invitation, praised the hospitality of Pakistanis and lauded the role Bazam and its founder Allama Pervaiz, played in Pakistan movement.

He also condemned criticism against Bazam and its founder and said that rumours and misconceptions are the creation of illiterate people who cannot see and understand Pakistan movement and Islam in their true perspective.

Earlier, Ubedur Rehman Arian welcomed Tariq Aziz and the audience and gave a brief account of the Pakistan movement and Bazam's role in this struggle. He said that Bazam was named after a famous poem of Allama Iqbal, Tolu-i-Islam.

He said that the founder of Bazam, Allama Ghulam Ahmed Pervaiz was awarded a gold medal in 1985 by the government of Pakistan for his services during the Pakistan movement and he was an advisor to Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah.

Arian also urged the Muslims to forge unity to counter the evil designs of the enemies of Islam and Pakistan. He thanked the audience and also, Tariq Aziz for coming to Kuwait and Bazam's workers who put up such an impressive show to celebrate the golden jubilee in a befitting manner.

Prominent Pakistanis, including Fakhar Alam, executive News Editor at the KTV 2 Abdul Sattar Ghazali, Engineer Bashir Ahmed Abid, Mehboob Akhtar, students Miss Farhana Sarwar and Amina Aftab delivered speeches.

The speakers highlighted the importance of the occasion and urged the government and people of Pakistan to shun all the prejudices, linguistic, ethnic and regional divisions and lay emphasis on self-accountability. Farhana Sarwar's speech was appreciated much by the audience and she was applauded several times during her speech.

Local Urdu poets Miss Tahira Shahid, Mohammad Kamal Azhar, Rashid Mewati, Tasleem Akbar Shah and Farid Qureshi presented their versified feeling about the occasion. Rashid Mewati, a young promising Urdu poet and author was applauded for his very well crafted poem.

Prepared

The music programme, which was prepared under the supervision of Abdul Sattar Ghazali, Zulfiqar Ahmed Ansari and Agha Saeed, was presented at the end of the programme. National songs were presented by young artists.

Vicy led a chorus while Azra Saeed presented a famous national song.

Azra, a young local singer, seen at stage after a long spell, showed that she has improved a lot during this time. Her performance was applauded by the audience.

See Page 18

☆ ختم نبوت ☆

ایسا بنیادی عقیدہ ہے جس کے انکار سے اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہمارے زمانے میں
پنجاب میں ایک ایسی تحریک اٹھی جس نے ختم نبوت کے انکار اور **مرزا غلام احمد** کے
دعوائے **نبوت** اور **مسیحیت** سے ایک نیا مذہب ایجاد کر دیا
ہمارے علماء حضرات سو برس تک "احمدیوں" سے مناظرے کرتے رہے لیکن اس تحریک کو ختم نہ کر سکے

پرویز صاحب کی معرکہ آراء تصنیف

ختم نبوت اور تحریک "احمدیت"

نے اس باطل مذہب کی جڑ بنیاد تک کو اکھیڑ دیا

یہ کتاب "احمدیت" کے مسئلہ پر حرف آخر ہے

قیمت (علاوہ ڈاک، پیکنگ خرچ) =/80 روپے
قیمت (علاوہ ڈاک، پیکنگ خرچ) =/160 روپے

مینجر طلوع اسلام ٹرسٹ

❁ ❁ ❁

لاہور میں
گولڈن جوبلی تقریب کی تصویری جھلکیاں

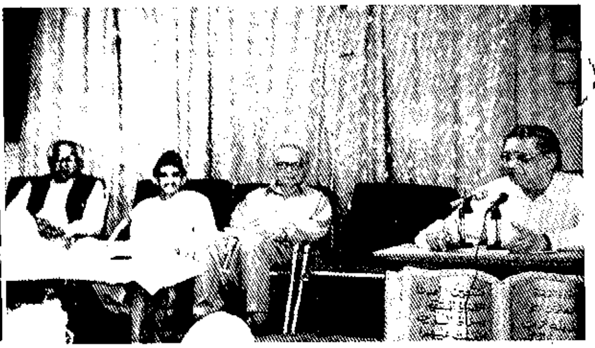
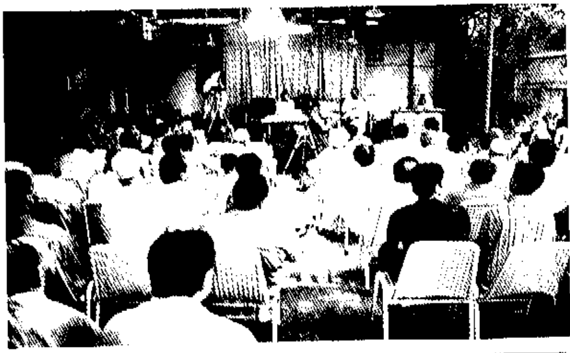
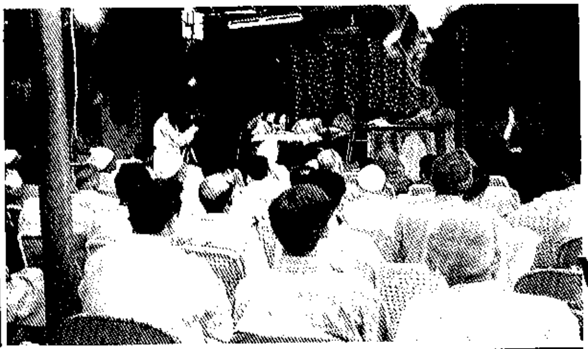

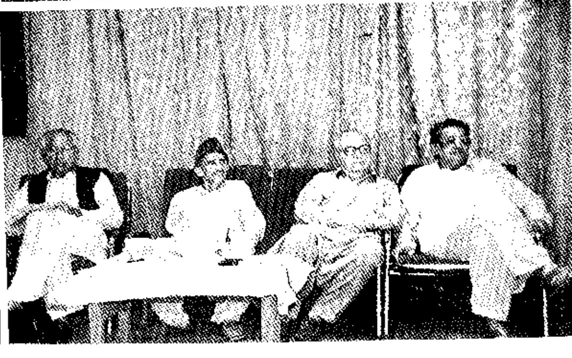

GLOBALIZATION, NETWORKING, RADIATION AND THE APPROACH OF THE HOLY QURAN

By
Dr.Manzoor-ul-Haque
Faculty of Education
University of Sindh
Hyderabad Sindh

Abstract

This paper describes *networking,* its uses and information communication inter and intra globe as a village with the shrinking concepts of time and physical distance all over the world. The other salient features elaborated are the impact of *internet, networking, radiation* along with their applications and the approach the Holy *Quran* provides for refurbishing the expanding universe and developing the humanity for the greatest benefit of the greatest number. It also elicits the *implication* for the curriculum at the university level and concludes to ingrain the approach of *the Holy Quran* in the Warf and web of the system of *Higher Education* in Pakistan that will be conquering the nature and harmonizing the realisable potentialities of the human being.

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى ٱلۡأَرۡضِ

(13/17)

For the scum disappears like froth cast out while that which is for the good of mankind remains on the earth.

The most munificent is the only fittest to survive whether flow of information or the mankind.

GLOBALIZATION, NETWORKING, RADIATION AND THE APPROACH OF THE HOLY QURAN

Computer communicates in two ways: through modems and through networks. Modems allow computers to use the telephone lines or cellular connection to trade data. Networks connect computers directly, either through special wires or by some form of wireless transmission. In this way Network has become a system of interconnected computers that can communicate with each other, share applications and data, make the people aware of one another and pool their resources.

In network communication, media refers to the wires, cables and other means by which data travels from its source to its destination. The most common media for data communication are twisted-pair wire, coaxial cable, fibre-optic cable, and wireless links. Fibre-optics technology is greatly expanding the number of channels and is becoming the backbone of an increasing number of networks in the future. Permanent networks with wireless links have also become important, especially in situations where it is difficult to run physical wires. Radio waves and microwaves, which is a type of radio waves, are being used for data communication.

Four Advantages of Networking

In business, educational Institutes and in many other types of organizations network of all types of computers have provided tremendous benefits. Four of the most compelling benefits is:

1. Allowing simultaneous access to critical inter and intra country, inter and intra university programmes and data. It helps to keep the data on a shared storage device, maintain the data integrity, save money by purchasing special network versions of the most commonly used programmes and save the storage space on the local hard drive.

2. Allowing potential users to share peripheral devices such as laser printers and scanners which make the cost much more justifiable with network.

3. Making the back-up process easier. This helps keep all valuable data on a shared storage device for access to the potential users through a network.

4. Streamlining personal communication with e-mail. This is one of the most far-reaching applications of data communication. It is a system for exchanging written messages, for passing it onto some other potential user, for responding by sending other message back. It is both efficient and inexpensive. E-mail has provided the business world with an entirely new and immensely valuable form of communication.

Types of Networks

There are generally four categories to describe the many types of network today. These are:

1. Local Area Networks [LAN]. It is network within a single building or group of adjacent buildings.

2. Wide Area Networks [WAN]. It connects other networks and covers a large geographical area.

3. The Client-Server Relationship. It involves microcomputers connected to a network server.

4. Peer-to-Peer Computing. It allows uses access to every other node in the network.

Internet

Another alternative to information services is the Internet. It is a huge network of networks that links many of the worlds scientific, research and educational networks, as well as a growing number of commercial networks. Though it started in 1969, it has become the world's foremost network for scientific research. Most universities are connected to the Internet. It offers e-mail, bulletin boards and information retrieval services that can access file directories and databases around the world. Another benefit of using the

Internet is the ability to search for information on-line. It is probably safe to say that Internet is the single most powerful research tool ever created.

Uses

The use of networks has expanded dramatically in recent years. Now you can shop from home, send messages to users around the world, explore the cord catalogues of libraries around the country, obtain software to boost your productivity and join group discussions on almost any topic you choose.

What to expect of networking in the future

Though so many things are happening in data communications, I just try to give you, , a sense of where the world is going in the form of a couple of the most obvious trends:

1. **Networking will continue to become more sophisticated, more increasing, more important especially the techniques of peer-to-peer relationship and client-server computing.**

2. **Data communication through modem is moving in equally exciting directions. It is a trend that makes the services more valuable as more people become connected and share their expertise.**

3. **Telecommuting will also expand in the years to come.**

4. **Networks would take on a new dimension when every computer would come with the port built-in; just plug your new computer into the old one, you will share devices, memory, data and network - no need to go anywhere physically for any business.**

The approach of the holy quran

In contrast to 250 verses of the Holy Quran which are legislative, some 750 verses i.e. nearly one eighth of the Quranic text refers to Phenomena of Nature, and the Holy Quran repeatedly exhorts the believers to ponder over the creation of the miraculous universe and make strenuous efforts to explore the nature. This is because an insight into the creative acts of the Creator stands as a living proof of the existence of the Creator. Moreover, the immutability of the laws of nature provides a source of confidence in another set of laws given to

mankind for its guidance, which are equally immutable. The Holy Quran has given a principle for the process of formation.

The basic process of formation

يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥٓ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾ 32/4

"He plans His affairs from His highest seat of authority. When a plan is intended to be executed, its starting point is made at the lowest level. Then it is raised step by step to its highest level (passing through various evolutionary stages). It rises up from one stage to another in a (yaum) certain period which may be a thousand years of your reckoning (i.e., a very long period of time)."

For this execution the Quran has given the term ملائکہ. The term ملائکہ has occurred 68 times in the Holy Quran plus 5 times with a pronoun (hoo). In this way this makes it 73. Therefore this word 'Malaika' needs elucidation. Two different roots of the word Malaika, as it occurs in the Holy Quran, are found in Arabic dictionaries: one is ا ل ک (Alif, Laam, and Kaf), which means 'to send messages' to communicate, to convey; the other are م ل ک (Meem, Laam, and Kaf) which means 'power or energy'. We all know that all Physical communication between any one point of the universe to another is carried out through the agency of radiation. On the other hand all energy or the capacity for doing work, in the universe becomes manifest through radiation. Radiation waves, therefore, being the source of power as well as the means of communication, truly come under the term 'Malaika' as for as it relates to the physical world. The outstanding functions of Malaika as described by the Holy Quran are 51/4 فَٱلْمُقَسِّمَٰتِ أَمْرًا ﴿٤﴾

The distribution of tasks over the universe and 79/5 فَٱلْمُدَبِّرَٰتِ أَمْرًا ﴿٥﴾

The readjustment of the quality and quantity of the innumerable contents of the universe, so the Malaika are the fundamental form of energy for communication. Their functions are 51/1 وَٱلذَّٰرِيَٰتِ ذَرۡوٗا ۝١
By the radiation waves that scatter energy all over the universe, 51/2 فَٱلۡحَٰمِلَٰتِ وِقۡرٗا ۝٢ By the gravitational force which keeps the huge stars of multi-million tons of mass perfectly balanced in the space, 51/3-4 فَٱلۡجَٰرِيَٰتِ يُسۡرٗا ۝٣ فَٱلۡمُقَسِّمَٰتِ أَمۡرًا ۝٤ By the state of ease and harmony with which these forces of nature work silently and distribute tasks by command of their Creator in all the nooks and corners of the universe.

We know that the ionic and nuclear bonds are being made and unmade in every nook and corner of the universe. One form of energy is being converted into another. Matter is being converted into energy and vice versa. All that is surplus in nature is being given one form after another. The evolutionary processes are thus carried out in perfect silence and harmony and all this depends upon the radiation waves. The Holy Quran describes this process as, 77/1 وَٱلۡمُرۡسَلَٰتِ عُرۡفٗا ۝١ By the (radiation waves) that are sent forth for the benefit of humanity, 77/2 فَٱلۡعَٰصِفَٰتِ عَصۡفٗا ۝٢ those that turn into powder (all that is incapable of survival) 77/3-4 وَٱلنَّٰشِرَٰتِ نَشۡرٗا ۝٣ فَٱلۡفَٰرِقَٰتِ فَرۡقٗا ۝٤ And still those that diffuse and make things differentiated, one from the other 77/5 فَٱلۡمُلۡقِيَٰتِ ذِكۡرًا ۝٥ and make the law of (construction and destruction) unveiled (before the humanity) 77/6 عُذۡرًا أَوۡ نُذۡرًا ۝٦ So that one may be able to justify his existence by a positive act or take warning by the destructive effect of a negative act.

The making and breaking up of chemical bonds goes on constantly in the universe. This process, however, depends upon the amount of activation and maintenance of energy available. With the increase in the amount of energy the bond making process increases up to a certain extent; beyond that limit, the greater the energy, the more the speed and violence with which the bonds break. The radiation waves smoothly sail across the space and being of different wavelengths, one type exceeds the other in speed, potency and penetration and their consequent effects on environments, which are constantly changing. The whole universe is thus perpetually in a state of commotion.

79/1 وَٱلنَّٰزِعَٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾ by the (radiation waves) that undo (the bonds) with violence by penetrating (into materials), 79/2

وَٱلنَّٰشِطَٰتِ نَشْطًا ﴿٢﴾ And by those that undo (the bonds) with ease, 79/3-

4 وَٱلسَّٰبِحَٰتِ سَبْحًا ﴿٣﴾ فَٱلسَّٰبِقَٰتِ سَبْقًا ﴿٤﴾ And by those that smoothly float, one exceeding the other (in the performance of a

Particular act), 79/5 فَٱلْمُدَبِّرَٰتِ أَمْرًا ﴿٥﴾ and thus readjust the shape of things (in the universe) by command of their Creator.

Allah has bestowed upon man the potency, the potential to make this fundamental form of energy subservient to him through gaining knowledge.

These forces also bring about a psychological change in man:

إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى
كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ 41/30

Those who say 'our Rabb (Cherisher and Sustainer) is Allah' and then stand upright and steadfast, the 'Malaika' descend on them saying: fear not, nor grieve, but hear glad tidings of the paradise, which you are promised.

That is why the Holy Quran has given the word سَخَّرَ 16 times about conquering the nature saying 14/32 وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْأَنْهَـٰرَ ﴿٣٢﴾ **And the rivers are subjected to you 14/33** وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ
And He made subjected to you the sun and the moon, both diligently pursuing their courses. 14/33 وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ **and the night and the day He has made subjected to you.**

45/13

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

And He has made subjected to you all that is in the heavens and all that is in the earth.

On this base, the Holy Quran has differentiated one set of the people from another in this respect as:

1. **Those people, who gain knowledge of the natural phenomena by using their eyes, ears and intellect and at the same time make use of that knowledge for the benefit of humanity, belong to the class of 'Momins' and 'Muttaqis'. They have a bright present and a bright future in this world and in the life hereafter.**

2. **Those people who explore nature and gain knowledge of the natural phenomena but do not make use of that knowledge in the light of divine guidance and do not apply it for the benefit of humanity, they do reach the stage of being a man and they do gain the pomp and glory of the present but they have no future before them.**

3. On the other hand, those who never attempt to explore nature do not even reach the stage of being a man or 'ADAM' before whom the forces of nature bow down. They have a dark present and a dark future.

The Holy Quran repeatedly impresses upon man to use intellect and explore nature. It is said (3/190-191):

إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ
لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٩٠﴾ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ
قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ
وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٩١﴾

In the creation of heavens and the earth, and in the alternation of day and night, there are indeed signs for men who think over it, men who keep before themselves the divine laws, standing, sitting and lying down on their sides and contemplate the wonders of creation in the heavens and the earth (with the thought) our Rabb: thou hast not created all without purpose. Praise be to Thee (Give us knowledge to discover the laws of nature) to save ourselves from destruction.

The Holy Quran impresses upon man, not to accept things blindly and to apply mind before accepting anything. Thus it is said further (51/20-21):

وَفِى ٱلْأَرْضِ ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

In the earth are clear Signs for those who are convinced (after thorough investigation and research); and also within yourselves; then will you not exercise your vision? This all explains the concept and relationship of man and the forces of nature (Malaika)

Implications

This discussion leads to introducing new job-oriented graduate and post-graduate degree programmes in theories of networking, Internet communications and multimedia information communication system techniques for space, the expanding universe and socio-economic setup we are in. This would make our education relevant to the promising needs of society and economy.

The concept of Malaika as the forces of nature, the means of communication bring new vista of intellectual horizon. The belief in Malaika is a part of our conviction and the status given by the Holy Quran is that they are subservient to man:

(2/34) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟

Then we said to Malaika (the forces of nature):
'Bow down to Adam (mankind)' and they bowed down.

The more man gains knowledge of the laws that control the forces of nature, the more these forces bow down before man. This, through networking and multimedia, would help in developing financial network services like on-line shopping, on-line banking, electronic account settlement services, postal financial network system, integrated circuit cards, versatile bubble jet printers, high-resolution digital cameras, the color Ferro-electric-liquid crystal display and so on. Therefore the only way for the universities to help the Muslims regain their past glory is to conform the curricula firmly to the teachings of the Holy Quran, to conquering the forces of communication, to acting upon the teachings of the Holy Quran with determination and thus to getting the Malaika bow down before the man. That will be the only mechanism to face the displaced glamour and lust projected through networking, Internet communications and the CDs developed for knowledge and education. That will provided know-how for fighting war against crime, corruption, gut-wrench hate etc. And then we will have a bright present and a bright future in this world and in the life hereafter.